THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, January 24, 2012
(77th Session)
Volume X, No. 05
(Nos. 01-)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran…………………….	1
2.	Questions and Answers……………………………..	
3.	Leave of Absence…………………………………...	
4.	Points of Order:	

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume-X SP.X(04)/2012
No. 05 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, January 24, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty four minutes past four in the evening with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ
أَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾
وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ إِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے موجود ہو گی۔ (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔ اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔

(سورۃ: حم سجدہ۔ آیات 30 تا 33)

Questions and Answers

Mr. Acting Chairman: Question No. 59, Dr. Ismail Buledi Sahib.

[Q. No. 59]

Mr. Acting Chairman: Any supplementary question?

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! میں نے پوچھا تھا کہ بلوچستان اور دوسرے تمام صوبوں میں جو کام pending میں ہے اور وہاں پر ٹھیکیدار کام نہیں کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ جو ان کے dues ہیں وہ باقی ہیں۔ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ کام کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیسے پھنسے ہوئے ہیں۔ FWO کے ایک ارب سے زیادہ پیسے dues ہیں۔ وہاں پر دوسرے ٹھیکیداروں نے بھی بہت کام کیا تھا ان کے بھی پیسے پھنسے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کے چار پانچ کروڑ روپے بقایا ہیں۔ اسی طرح تو دوسرے منصوبے بھی ہیں۔ قلات سے کوئٹہ اور چمن کوئٹہ کی جو حالت ہے۔ میٹنگ میں تو منسٹر صاحب بلوچستان کے معاملات میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس معاملے میں تو منسٹر صاحب بڑا ساتھ دے رہے ہیں لیکن وہ اپنے محکمے سے implementation کروائیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے یہ لکھا ہے کہ PSDP میں 50% کٹوتی ہوئی ہے۔ اس کمی کی وجہ سے ہم یہ پیسے ادا نہیں کر سکے ہیں۔ جبکہ بلوچستان کے لئے وزیر اعظم نے کہا تھا کہ کوئی کٹوتی نہیں ہے۔ تو میں منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کے جو پراجیکٹس ہیں ان کو بروقت مکمل کرنے کے لئے کیا اقدامات کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، ارباب صاحب۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان (وزیر برائے مواصلات): جناب چیئرمین! میں شکر گزار ہوں جناب بلیدی صاحب کا کہ انہوں نے جو question کیا ہے تو یہ کافی پرانا ہے۔ Last year کے جو ہمارے contractors ہیں ان کے dues کے بارے میں یہ سوال کیا گیا ہے۔ میرے پاس پوری list موجود ہے کہ ہمارے جتنے بھی contractors ہیں اور ان کے کتنے outstanding Bills ہیں۔ جناب چیئرمین! Last year چونکہ ہمارا سیلاب کی وجہ سے PSDP پر cut لگ گیا تھا اور cut across the board تھا اور یہ 50% تھا۔ تو اس وجہ سے 30 جون 2011 تک ہماری liabilities تقریباً 8 ارب روپے کی تھیں۔ اس سال چونکہ ہم پر کوئی cut نہیں لگا اور فنڈز ملنا شروع ہو گئے ہیں اور ہمارے پراجیکٹس بھی چلنا شروع ہو گئے ہیں تو ابھی تک ہماری liabilities کافی کم ہو گئی ہیں۔

جنوری تک ہماری liabilities جو ہیں وہ 5 ارب تک رہ گئی ہیں۔ ہر مہینے ہمارے پاس جو release آتی ہے تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم اپنی liabilities کو کم کریں۔ اللہ کے فضل سے ابھی ہماری liabilities جو کہ پچھلے سال کافی زیادہ تھیں اس سال آج تقریباً کوئی 4.85 billion روپے رہ گئی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ جون تک امید ہے کہ یہ ختم ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: شکریہ۔ میں منسٹر صاحب کا مشکور ہوں کہ پچھلے دنوں انہوں نے بلوچستان کے نمائندوں کو بلایا تھا اور مجھے اطلاع دیر سے ملی تھی اس لئے میں نہیں آسکا ہم آپ کے مشکور ہیں لیکن جناب! بات یہاں تک نہیں ہے۔ آپ بہت سی چیزوں میں دلچسپی بھی لے رہے ہیں لیکن شاید آپ کی authority چل بھی نہیں رہی ہے۔ فرض کیجیے کہ اس سال کے allocation کے بارے میں پچھلے دنوں ہم نے بہاولپور میں ایک میٹنگ کی تھی جس میں آپ کا Chairman, NHA بھی آیا ہوا تھا اس وقت تک 11 ارب allocation میں سے اب تک بلوچستان کو صرف تین ارب روپے release ہوئے ہیں۔ نمبر ایک۔

نمبر دو، آپ جو یہ releases بھیج دیتے ہیں تو آپ کے وہاں پر جو ڈائریکٹرز صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں وہ پھر اپنی مرضی سے تقسیم کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی اس کا خاص بندہ ہے تو اس کو زیادہ releases دیتے ہیں۔ وہاں پر اتنے بڑے ٹھیکیدار نہیں ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو بڑے ٹھیکیدار ہیں۔ اب ان کے پیسے release نہیں ہوئے ہیں تو وہ بے زار ہیں۔ بڑی بڑی کمپنیاں بھی بے زار ہیں۔ آپ interest لے رہے ہیں ہم آپ کو appreciate کرتے ہیں۔ میں کسی کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرے پاس تمام statistics ہیں۔ اگر آپ ملتان پیکیج کو دیکھیں اس کی کتنی percent releases ہوئی ہیں؟ آپ اگر بلوچستان کو دیکھیں تو وہاں پر 11 ارب روپے میں سے صرف تین ارب release ہو گئے ہیں اور یہ فروری کا مہینہ آرہا ہے۔ تو ہماری آپ سے گزارش ہے کہ ان چیزوں کو ذرا دیکھ لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: شکریہ، جناب چیئرمین صاحب! اس سال ہم نے ہر province کے لئے اپنی allocations رکھی ہیں۔ صوبہ بلوچستان کے لئے جو ہماری allocation ہے تو وہ تقریباً 8.092 billion روپے ہیں ان میں سے آج تک ان کو ہم 3,468.219 million دے چکے ہیں۔ میں ان سے یہ commitment کرتا ہوں کہ ہم نے بلوچستان کو یہ پیسے پورے دینے ہیں لیکن

تھوڑا سا ہمیں وہاں پر problem ہے کہ ہمارے وہاں پر جو کام ہیں شاید ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو law and order کی وجہ سے بند ہیں۔ کوئٹہ، قلات اور چمن جو ہمارا روڈ ہے وہ چل رہا ہے اور اس کے جتنے بھی Bills آتے ہیں ہم وہ pay کر رہے ہیں اور میں نے خود personally پرسوں وہاں سے فون بھی کیا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ Bill بھیج دیں تا کہ ہم آپ کو payment کر دیں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ جو 8.092 billion کی allocation کی ہے تو یہ ہم پورا کا پورا دیں گے۔ مجھے یہ بھی خوشی ہو گی۔ اس لئے میں نے ان کو تکلیف دی تھی تا کہ یہ ہمارے ساتھ بیٹھیں اور یہ ہمیں بتائیں۔ ہم ان کو بتاتے ہیں کہ یہ یہ پراجیکٹس شروع ہیں اور اس اس پراجیکٹس پر کام ہو رہے ہیں اور اس اس پراجیکٹس پر کام نہیں ہوسکتے۔ تو جس طرح یہ کہیں گے اور جس پراجیکٹ کے وہ کہیں گے ہم ان کو پیسے دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی طاہر مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: میں وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ روڈ پراجیکٹ جب شروع ہو جاتے ہیں تو کمائی خاص کر ہمارے officials کے لئے جن کا share ہوتا ہے اور جو کرپشن میں ملوث ہوتے ہیں ان کا بہت زیادہ ہوتا ہے جب وہ مٹی اور پتھر کا کام ہوتا ہے تو اس لئے یہ پراجیکٹس رک جاتے ہیں اور یہ بے چارے contractors out of pocket چلے جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جب ایک کام رک جائے اور جب وہ دوبارہ شروع ہو تو اس کا standard maintain نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ wash away ہو جاتا ہے in rains وغیرہ میں۔ میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ان کو اس سال 19.75 billion روپے ملے ہیں for routine maintenance works and completing of ongoing rehabilitation and periodic maintenance. کیا وجہ ہے کہ 8074 million, a meager amount ابھی تک outstanding ہے۔ جب ان کے پاس اتنا زیادہ پیسہ ان کی kitty میں ہے تو پھر بھی کیا کوئی disagreement on Bills ہو رہی ہے یا مک مکا ہو رہا ہے and in the meantime people are suffering from the roads are in bad condition کچھ آگے ہو نہیں رہا ہے۔ Thank you Mr. Chairman.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ طاہر مشہدی صاحب! سوال کچھ اور تھا آپ دوسری طرف چلے گئے۔ پیسہ ان کو ملا ہے for these ongoing schemes.

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: جب ان کو اس سال 19.75 billion روپے ملے ہیں تو 8000 million کیوں pay نہیں ہو سکتا؟ یہ تو مجھ جیسا simple آدمی بھی نکال سکتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ارباب صاحب! ان مسائل کو آپ کیسے نپٹ رہے ہیں؟

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب چیئرمین! ہر سال ہمیں دو قسم کے فنڈز ملتے ہیں۔ ایک PSDP ملتا ہے اور ایک ہمارا جو internal ہے جس کو ہم ramp کہتے ہیں وہاں سے ہمارے پیسے آتے ہیں۔ ہمارا جو PSDP میں allocated بجٹ ہے وہ 33 ارب روپے ہیں۔ اب 33 ارب روپے ہمیں ملنے ہیں 30 جون 2012 تک۔ ابھی تک ہمیں جو ملے ہیں وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ ہمارے پاس ابھی تک کتنے پیسے آئے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Roads اچھے بنائیں۔ Election campaign انہی سڑکوں پر ہو گی۔ سڑکوں پر لوگ آئیں گے اور جائیں گے تو پھر پتا لگے گا۔ اس لئے result بھی وہی آئے گا۔ جی، ارباب صاحب۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: ابھی تک ہمیں 13.408 billion روپے ملے ہیں۔ یہ صرف پراجیکٹس کے لئے ملے ہیں۔ یہ جو ہمارے فنڈز ہیں ان کو utilize کر سکتے ہیں صرف پراجیکٹس پر۔ ان کو ہم maintenance میں استعمال نہیں کر سکتے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہی میں کہہ رہا تھا۔ جی، عبدالرازق صاحب۔

سینیٹر عبدالرازق: جناب چیئرمین! وزیر موصوف کا تعلق بھی خیبر پختونخوا سے ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ اس کے دور میں خیبر پختونخوا میں کونسا بڑا کام شروع ہوا ہے اور جو ہمارا رنگ روڈ کا مسئلہ ہے وہ کب پورا ہو گا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: کونسے شہر کا۔ پشاور کا۔

سینیٹر عبدالرازق: جی، پشاور چارسدہ روڈ اور آگے جمرود روڈ کا ایک مسئلہ ہے۔ تقریباً چار سال اس کو ہو گئے ہیں تو اس میں انہوں نے کیا پیش رفت کی ہے۔ اس کے علاوہ پاک افغان شاہراہ کی جو حالت ہے وہاں پر لوگ پانچ پانچ گھنٹوں میں چالیس کلو میٹر کا سفر طے نہیں کر سکتے اور ان کو علم ہو گا کہ افغانستان کے ساتھ ہمارا اس وقت جو trade ہے وہ more than 3 billion dollar پر پہنچ گیا ہے۔

(آگے ٹی 03 پر جاری ہے)

سینیٹر عبدالرزاق: جب کہ وہاں پر حالت یہ ہے کہ لوگ پیدل نہیں جاسکتے تو کیا ان کی سر براہی میں خیبر پختونخوا میں ایسی کوئی ترقی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی ، یہ دو سوال ہیں ایک رنگ روڈ کا مسئلہ ہے اور ایک افغانستان کے ساتھ لنک کا۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان (وزیر برائے مواصلات) :جناب چیئرمین ! جہاں تک رنگ روڈ کا تعلق ہے تو رنگ روڈ صوبائی حکومت کا road ہے اور اس پر کام شروع ہے اور ساری میرے حلقے میں road ہے اور اس پر صوبائی حکومت نے کام شروع کر دیا ہے۔ جہاں تک ان کا دوسرا سوال ہے پشاور تا طورخم شاہراہ کا تو یہ یقیناً important road ہے اور اس road کی حالت بہت خراب ہے اس road کو میں نے بہت سے فورموں پر take up کیا ہے لیکن ابھی تک ہمیں اس میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس road کی complete rehabilitation چاہیے ۔ اس پر چھ ارب روپے کی لاگت آرہی ہے ۔ اس سلسلے میں، میں نے USAID سے رابطہ کیا ہے ۔ JICA سے بھی رابطہ کیا ہے اور میں نے وزیر اعظم صاحب کو بھی کئی فورمز پر کہا ہے لیکن ابھی تک ہمیں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی ہے ۔ فی الحال اس road کو trafficable کرنے کے لیے میرا خیال ہے کہ اس ہفتے میں کام شروع ہو جائے گا ہماری routine maintenance کے جو contractors ہیں وہ ہم نے approve کر دیئے ہیں اور اس کو ہم trafficable بنا رہے ہیں ۔ جہاں تک پشاور میں ہمارا کارخانوں والا حصہ ہے اس پر بھی کام شروع ہے، ایک سائیڈ کافی حد تک بن گئی ہے ۔ دوسری سائیڈ اس کی بند رہی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، اگلا سوال نمبر .60 ابھی سپلیمنٹری زیادہ ہو گئے ہیں ۔ مولانا صاحب ضرور کریں گے ، چلیں مولانا صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ منسٹر صاحب بتا سکیں گے کہ جتنے بھی ہمارے علاقے کے کام ہیں وہ پورے نہیں ہو رہے، آیا بلوں کی وجہ سے پورے نہیں ہو رہے ہیں یا ان کا کوئی اور مک مکا ہونا ہے جس کی وجہ سے یہ کام رکے ہوئے ہیں ۔ لاڑکانہ ویلج، رتوڈیرو، نوڈیرو، اس کے بعد لاڑکانہ بریج ، نوڈیرو لکھی ، اس سے آگے چلیں جتنے بھی ہمارے پروگرام ہیں ۔ لاڑکانہ قنبر، لاڑکانہ نصیر آباد سارے road ویسے ہی پڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے سارے road توڑ دیئے ہیں ۔ ایسا یہ کریں کہ ایک کلو

میٹر روڈ پہلے بنا دیں پھر دوسرا توڑیں۔ 20,20,50,50 کلومیٹر اکھاڑ کر رکھ دیتے ہیں پھر بنانے کا نام نہیں لیتے ۔ گزشتہ موقع پر میں نے یہ درخواست کی تھی تو گزشتہ دسمبر کے بارے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ یہ سارے کام مکمل ہوں گے لیکن کوئی کام مکمل نہیں ہوا، اس کے اسباب کیا ہیں کہ مکمل نہیں ہوا اور کیا اس حکومت میں ان roads کے مکمل ہونے کا کوئی پروگرام ہے یا کوئی امید ہے ؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے ہر آدمی پرامید ہوتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ پچھلے دنوں NHA کے چیئرمین خود بھی visit کر آئے تھے جب ہم جانے لگے تھے اور بڑی تبدیلی آگئی ہے، مجھے بڑی امید ہے ۔ NHA میں چوہدری سے گردیزی آگئے ہیں کچھ تبدیلی تو آئی ہے۔ Let us go forward سوال نمبر 60 مجھے پتا ہے کہ پیسے release ہو گئے ہیں اور کام ہونے والا ہے۔ مولانا صاحب یہ بسم اللہ تو کرا دیں۔ مولانا صاحب پہلے بسم اللہ کریں پھر لنگر چلتا رہے۔

جناب ارباب عالمگیر خان: شکریہ جناب چیئرمین ! لاڑکانہ کے ہمارے پاس سات پراجیکٹس ہیں ۔ سات میں سے انشاء اللہ تعالیٰ پانچ پراجیکٹ جون سے پہلے پہلے مکمل ہو جائیں گے ۔ صرف دو پراجیکٹ ہیں لاڑکانہ۔ قنبر، قنبر۔ شہداد کوٹ اور ایک اور پراجیکٹ ہے رشید آباد ویگن والا اس پر کافی کام رکا ہوا ہے ۔ اس پر کام slow ہے باقی آپ کے پانچ پراجیکٹس انشاء اللہ تعالیٰ جون سے پہلے پہلے 100% مکمل ہو جائیں گے ۔ پچھلے سال اس پر کام نہیں ہوا تھا ۔ہمارے پاس funding نہیں تھی اور کام بند تھا اب تقریباً دو مہینے ہو گئے ہیں سب پر کام شروع ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سوال نمبر 60 ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی صاحب ۔انشاء اللہ جب اپنا وزیراعظم آئے گا تو assurance مل جائے گی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میرا خیال ہے کہ Assurance Committee اس کا نوٹس لے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ سوال 60 پر ہیں اور آپ کو extra time دیں گے۔ آپ نے جو سپلیمنٹری سوال کیا ہے اس کا جواب انہوں نے employees والا دے دیا ہے ۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تو ہو گیا جی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: نہیں، جناب! دیکھیں کہ ایک تو N-25 ہے CD Highway اور ایک NA-10 ضلع گوادر کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ road گوادر سے پسنی آگے تو 50/70 کلومیٹر ہے جبکہ اوماڑہ اور آخری حد تک road کو ضرورت ہے۔ وہاں پر موٹرویز سٹاف تعینات کیا گیا ہے لیکن انہوں نے پورا hand over نہیں کیا ہے۔ ہم کمیٹی کے ممبر ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پوری گوادر road کو موٹرویز پولیس کے حوالے کیا جائے گا؟ اور ضلع گوادر کے بارے میں، میں نے جو پوچھا تھا باوردی پولیس والے 47 ہیں اور بغیر وردی 14 ہیں۔ جناب چیئرمین! مجھے یاد ہے جب شوکت عزیز صاحب وزیراعظم تھے تو انہوں نے وہاں پر opening کی تھی تو میں بھی وہاں پر موجود تھا، انہوں نے کہا کہ ہم نے یہاں کے سارے لوکل لوگ رکھے ہیں تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ میں کل گوادر موٹرویز پولیس کے دفتر گیا تھا، وہاں پر مجھے چائے پلانے کے لیے ایک بندہ تھا، جب میں نے کہا (بلوچی) یعنی چینی ڈالو تو وہ حیران رہ گیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ چینی ڈالو، کہتا ہے کہ میں بلوچی نہیں جانتا ہوں۔ مجھے ڈرائیور جو ملا، میں نے (بلوچی) اس سے کہا کہ تو اس نے کہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، میں نے کہا کہ یہ جگہ خالی کرو گاڑی کے لیے، تو وہ کہتا ہے کہ میں تو کراچی سے آیا ہوں، مجھے تو یہ پتا نہیں ہے۔ ابھی ایک cook اور ایک ڈرائیور اور ایک نائب قاصد بھی کراچی اور ملتان سے گوادر موٹرویز پولیس میں بھرتی ہوئے تھے۔ میں نے وزیراعظم صاحب سے کہا کہ جناب، آپ ذرا یہ کہیں کہ یہ لوکل نہیں ہیں۔ آپ غلط بیانی نہ کریں۔ اس پر انہوں نے IG کو بلایا پھر ہمیں یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ ہم اس کو چیک کرتے ہیں لیکن میں ابھی بھی کہتا ہوں کہ 47 میں سے لوکل لوگ بالکل نہیں ہیں بہت تھوڑے ہیں اور باوردی بھی ہمارے لوکل گوادر کے نہیں ہیں۔ وزیر صاحب سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ آئی جی موٹرویز سے ہماری ملاقات کرائیں اور ہمیں یہ باور کرائیں کہ وہاں پر 100% لوکل بھرتی ہونی چاہیے، ان کا حق ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوسٹل ہائی وے کب مکمل طور پر موٹرویز کو دی جائے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، دو سوال ہیں ایک تو IG کے ساتھ meeting ہونی چاہیے۔ دوسرا کوسٹل ہائی ویز کو کب مکمل موٹر ہائی ویز کے حوالے کیا جائے گا۔

جناب ارباب عالمگیر خان: آج میری IG کے ساتھ meeting تھی۔ بلیدی صاحب سے میں بات کر لوں گا اگر کل ممکن ہوا تو انشاء اللہ کل صبح ہی کر لیں گے۔ جہاں تک موٹرویز پولیس کا تعلق ہے تو موٹرویز پولیس میں ایک تو ہمارے پاس personnal بہت کم ہیں ہمارے پاس total 12200 Kilo meters کی roads اس ملک میں ہیں جو کہ Federal net work کا حصہ ہیں۔ ان

12200 کلومیٹر کی roads پر ہماری موٹرویز پولیس جہاں پر deploy ہے وہ تقریباً 2200 کلومیٹر ہے جو total roads کا بہت کم percentage بنتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس پولیس personnel بہت کم ہیں۔ایک فائل پچھلے چار مہنیوں سے ہم نے فنانس منسٹری کو بھیجی ہے کہ ہمیں 900 personnel چاہییں لیکن بد قسمتی سے فائل پچھلے دو تین مہینوں سے فنانس منسٹری میں پڑی ہے۔میں روزانہ یا دوسرے تیسرے دن خود وہاں پر جاتا ہوں لیکن ابھی تک اس میں کچھ پیش رفت نہیں ہو سکی ہے ہماری جو کوسٹل پر پولیس موٹرویز کی ہے تو کوسٹل ہائی وے پر صرف دو بیٹس ہیں ایک گوادر اور ایک پسنی پر، ایک بیٹ جو 50 کلومیٹر پر ہے باقی پر نہیں ہے۔ N -25 جو قلات اور سے چمن تک ہماری روڈ ہے اس پر ہمارے تین بیٹس ہیں اور قلات سے لے کر خضدار تک جو ہماری road ہے اس کو ہم up personnel کر رہے ہیں within two weeks وہاں پر بھی ہم موٹرویز پولیس کو personnel لا رہے ہیں، باقی ہمارے پاس پولیس personnel کی کافی کمی ہے۔ہماری کوشش ہے کہ اور لوگوں کو جلدی سے جلدی بھرتی کریں تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ ہم اپنی operational roads کو کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ،

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب میں منسٹر صاحب کا احترام کرتا ہوں۔لاہور سے لیکر اسلام آباد اور یہاں سے لے کر پشاور تک جتنی بھی بھرتی ہوئی ہے اس میں بلوچستان کا حق پورا نہیں ہے۔ابھی کوئٹہ قومی شاہراہ کوئٹہ سے کراچی تک اور اوتھل سے لیکر کراچی تک یہ جو road ہے اور یہ قلات سے لے کر خضدار تک، ان لوگوں کا حق ہے، کچھ تو نوکریاں اور روزگار ملے۔تو بلوچستان کے لیے آپ ایک سپیشل کیس بنائیں اور وزیراعظم صاحب کو سمری بھیجیں اور ان سے approve کرائیں کیونکہ اگر آپ کہتے ہیں کہ بلوچستان کے لیے پیسوں کی کمی ہے اگر پنجاب کے لوگوں کو دیکھیں یا خیبر پختونخواہ کو دیکھیں، وہ سب سے زیادہ ہیں، roads کے حوالے سے بلوچستان کا رقبہ پورے پاکستان کا 47% ہے، یہ فنڈ جو موٹرویز پر لگتا ہے سب سے زیادہ حق۔۔۔

آگے۔۔یو۔۔م۔۔

T04-24JAN2012 FAHEEM/ ED Abdur Rauf 05:10 P.M. ER12

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: ------ بلوچستان roads کے حوالے سے 47% پورے پاکستان کا رقبہ ہے۔ فنڈز کا سب سے زیادہ حق جو سڑکوں پر لگنا ہے وہ بلوچستان کا بنتا ہے یعنی 90% جبکہ 10% باقی صوبوں کا بنتا ہے۔ اس کی آپ ہمیں کیا surety دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: surety تو یہ دے رہے ہیں، فائل پھنسی ہوئی ہے حفیظ شیخ ہمارے ہاتھ ادھر کہیں چڑھیں گے تو آپ بھی اور ہم بھی حفیظ شیخ صاحب کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ فائل تو اسی نے نکالنی ہے، یہ ہمارے گھر میں ہے۔ حفیظ شیخ بھی سینیٹر ہے، ہم بھی سینیٹر ہیں۔ آپ کہہ رہے ہیں فائل کو پہیے لگائے جائیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: وہ بلوچستان والوں کی میٹنگ شیخ صاحب سے کروائیں یہ بھی surety دے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ آپ jointly کریں اس میٹنگ میں، میں بھی آپ کی خدمت میں جانا چاہوں گا۔ میں بھی چلوں گا۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: میں آپ سے request کروں گا کہ آپ ہماری حفیظ شیخ صاحب سے میٹنگ کروائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل کرواتے ہیں۔ اگلا سوال نمبر 61 کرنل مشہدی صاحب۔

(Q. 61)

Mr. Acting Chairman: Any supplementary question? Yes.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, the honourable Minister has given a very high flown English reply which is taken out of text book on road maintenance or road repairs. It is hardly answering my question because my question is, regarding the realistic position.

سومرو صاحب نے تو سندھ کی ہر سڑک کی actual position, true position House کو بتا دی ہے so I will not waste time. You go anywhere in Sindh, the roads are broken in rural Sindh. بلوچستان کے بارے میں تو آپ خود جانتے ہیں کہ ادھر کی کیا حالت ہے۔ ادھر بھی سڑکیں، highways, motorways, everything is in shambles. ان کو 19.75 billion rupees جو ملتے ہیں maintenance وغیرہ کے لیے تو کیا وہ gone with the wind. وہ کدھر غائب ہو جاتے ہیں اور کیوں نہیں ہماری سڑکیں improve ہو رہی ہیں؟ ہمارا standard of living کیوں بہتر نہیں ہو رہا ہے؟ ہم کیوں

دور دراز علاقوں کو آپس میں نہیں ملا سکے؟ اس سے مہنگائی بھی کم ہوتی ہے کہ اگر وہ supply and demand کو deal کر سکیں۔ ہماری مارکیٹوں میں سامان پہنچ سکے۔ اس طرح مہنگائی بھی کم ہو سکے گی اور ان سڑکوں پر ہی اگر سارا پیسا کھایا جائے گا اور سڑکیں بن ہی رہی ہیں تو کیا بنے گا۔ جناب والا! یہ تو ساری write off ہو جائیں گی، پھر سے بنیں گی۔ کیونکہ یہ سڑکیں تو ہر بارش میں غائب ہو جاتی ہیں اور ہر سال 20 billion and 40 billion کی allocation ہوتی ہے and all have gone with the wind. اور ہم لوگ روتے رہیں گے اور سڑکیں ویسی کی ویسی ہی رہیں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ارباب صاحب۔ Specifications, standard and quality کے بارے میں ہے۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: شکریہ جناب چیئرمین! میں معزز ساتھی کا بہت احترام کرتا ہوں لیکن یہ تھوڑا سا clear کردوں کہ یہ انگریزی میں نے نہیں لکھی، انہوں نے جو سوال کیا ہے وہ بہت ٹیکنیکل ہے اور شاید ہمارے انجینئرز بھی اس کو نہیں سمجھتے میں کہاں سے سمجھوں گا لیکن پھر بھی میں ان سے یہ request کروں گا کہ جس دن یہ چاہیں میں اپنی technical team کو ان کے ساتھ بٹھا دوں گا اور وہ یہ چیزیں ان کو explain کر دیں گے۔ جہاں تک 19.75 billion کا تعلق ہے اس کی تفصیل میرے پاس موجود ہے وہ بھی میں ان کو دے دیتا ہوں۔ یہ پیسے ہمیں ملے نہیں۔ یہ صرف last year کی allocation ہے۔ انہوں نے allocation پوچھی ہے، یہ صرف allocation ہے۔ Last year چونکہ سیلاب تھا اس لیے ہمارے پاس پیسے نہیں آئے تھے۔ ہمارا annual maintenance plan ہوتا ہے last year annual maintenance plan ہوا ہی نہیں۔ اس میں تھوڑا سا آپ کو بتا دوں کہ یہ allocation پنجاب کی 788 ملین تھی، سندھ کی 320 تھی KPK کی 251 تھی، بلوچستان کی 243 تھی اور موٹرویز کی 220 تھی۔ سب ملا کر 5.686 بنتی ہے۔ باقی جو 11.857 بلین ہے اس میں پرانی liabilities تھیں۔ اس کا بھی اس میں ذکر ہے اس طرح یہ 19.7 بنتا ہے اس کا break up میرے پاس ہے میں ان کو دے دوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ہمایوں خان مندوخیل صاحب۔ خود انجینئر ہیں اور اس کام کو سمجھتے اور جانتے بھی ہیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: شکریہ جناب۔ جناب والا! یہاں پر سوال quality of highways and motorways construction کے بارے میں۔ جواب بڑا صحیح دیا گیا ہے کہ جو design وغیرہ اور جو construction وغیرہ ہوتی ہے وہ ASHTO کے مطابق ہوتی ہے اس کا ہمیں بھی علم ہے لیکن میں وزیر صاحب کے گوش گزار دو چیزیں کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ

ان سب چیزوں کے باوجود، کچھ سندھ میں کچھ بلوچستان میں کچھ highways recently under construction ہیں ان میں failures آئے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ ان کی مرمت کرنے کے لیے انہوں نے کیا steps اٹھائے ہیں۔ دوسرا یہ ٹھیک ہے کہ تعمیرات اس کے مطابق ہوتی ہیں لیکن ہمارے ہاں جو ایک axle load کا مسئلہ ہے وہ بہت کم axle load پر آٹھ نو ٹن per axle پر design کر رہے ہیں جبکہ پچیس تیس ٹن per axle actual load آرہا ہے جس سے آپ اس پر جتنا بھی پیسہ خرچ کر رہے ہیں اربوں روپے خرچ کر رہے ہیں وہ سارے ضائع ہو رہے ہیں اور سڑکیں دوبارہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہیں۔ میں آپ کو مثال دے دوں کراچی حیدر آباد جو دو سال پہلے اس کی تعمیر ہوئی اس کی کم از کم life دس سال ہوتی ہے ۔ جب تک آپ axle load control نہیں کرتے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ بڑے عرصے سے چل رہا ہے، اس سلسلے میں کیا practical steps لے رہے ہیں یا تو یہ کریں کہ axle load design کا بڑھا دیں یا پھر axle load کو control کریں۔ ورنہ یہ سارے پیسے ضائع ہو جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ارباب صاحب۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب ہمایوں صاحب نے بڑے اہم issue کی طرح point out کیا ہے۔ میرے خیال میں ہمارے ملک کا جو سب سے اہم issue ہے وہ یہی axle load ہے۔ جناب چیئرمین! آج ہمارے پاس تقریباً پورے ملک میں 19 weighing stations ہیں لیکن بد قسمتی سے axle load کو ہم ابھی تک control نہیں کر سکے۔ ہمارے پاس قانون ضرور موجود ہے لیکن جب بھی ہم کوئی کوشش کرتے ہیں، ہم اس میں فیل ہو جاتے ہیں کیونکہ آج سے دو سال پہلے جو ہمارے oil tankers تھے وہ تقریباً اس ملک میں 40000 تھے، ہم نے کوشش کی تھی ان کو روکنے کی لیکن انہوں نے strike کر دی تھی اور پورا پاکستان بند کر دیا تھا اور ہمیں ان کو دوبارہ اجازت دینی پڑی تھی۔ یہ سب سے بڑا problem ہے اور ہمیں تقریباً 20 سے 25 ارب یا 30 ارب روپے سالانہ کا نقصان ہے۔ اس کے لیے ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ اس کی بنیاد کو ہمیں ٹھیک کرنا ہوگا۔ Single axle truck زہر قاتل ہیں roads کے لیے۔ Single axle truck آج نہ انڈیا میں ہیں، نہ بنگلہ دیش میں ہیں۔ ہمیں ایک پالیسی بنانی ہوگی کہ single axle truck کے سلسلے میں کیونکہ تقریباً 120,000 سے لے کر 130,000 تک single axle truck اس ملک میں موجود ہیں اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ ہم اس کو بند کر دیں گے تو میرے خیال میں یہ بالکل ناانصافی بھی ہوگی اور practically possible بھی نہیں ہوگا۔

120,000 یا 130,000 trucks کو ہم کیسے بند کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ہم single axle truck کی import پر total ban لگا دیں۔ اس طرح شاید دس سال بعد تو شاید یہ ٹھیک ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اس کے لیے پالیسی بنانی ہو گی۔ ہمیں ان کو incentives دینے ہوں گے۔ Single axle سے multi axle کرنے کے لیے 500,000 سے 700,000 روپے لگتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس ایسی کوئی گنجائش ہوئی کہ ہم ان کو soft loans وغیرہ دیں تاکہ اس single axle truck کو multi axle truck میں convert کر دیں otherwise مجھے بڑا مشکل لگتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی چٹھہ صاحب۔ چھوٹے چھوٹے سوالات کریں کیونکہ we are getting shortage of time. پھر زاہد خان کے سوالات بھی ہیں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بہتر جناب۔ جناب والا! سوال نمبر 61 میں پوچھا گیا ہے Motorways and Highways کی تعمیر اور اس کے معیار کے متعلق۔ میری گزارش یہ ہے کہ میرے ضلع شیخوپورہ میں دو interchanges انہوں نے بنائے ہیں۔ ایک کوٹ عبدالمالک میں ہے جو یہ ایک عرصہ سے مکمل کر چکے ہیں لیکن کھول نہیں رہے ہیں اور نہ کھولنے کی وجہ سے وہ بنا بنایا ضائع ہو رہا ہے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں۔ میرے خیال میں جو complication تھی وہ تو یہ دور کر چکے ہیں، پھر کیا وجہ ہے، اس کو کیوں open نہیں کیا جا رہا ہے۔ جب بھی ادھر public جاتی ہے تو وہ پوچھتی ہے کہ یہ کب کھلے گا اور یہ کیوں خراب ہو رہا ہے۔

دوسری بات، ہرن مینار کی interchange کو پچھلے سے پچھلے دسمبر کو مکمل ہونا تھا لیکن وہ ابھی تک مکمل نہیں ہوا جبکہ اس میں بہت تھوڑا سا کام باقی رہ گیا ہے اور وہ بڑی ضرورت ہے public کی۔ اسے کیوں اس طرح طوالت میں ڈالا جا رہا ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ اور کب وہ مکمل ہو گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ارباب صاحب! ان کے بالکل نئے سوالات ہیں۔ ایسا کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقفہ ہو گا تو چٹھہ صاحب آپ کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور آپ کے ساتھ discuss کریں گے تو ان کو بتا دیجیئے گا۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: میں ابھی دے دیتا ہوں۔ جہاں تک کوٹ عبدالمالک Interchange کا تعلق ہے تو وہ پچھلے تین سال سے تیار ہے-----جاری-----

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جہاں تک کوٹ عبد المالک interchange کا تعلق ہے تو کوٹ عبد المالک interchange پچھلے تین سال سے تیار ہے۔ چونکہ یہاں پر FWO نے B.O.T. basis پر ایک سڑک بنائی ہے تو ان کے ساتھ ہمارا مسئلہ چل رہا تھا۔ وہ ہمیں اسے کھولنے نہیں دیتے تھے۔ اب ان کے ساتھ ہمارا مسئلہ ختم ہو گیا ہے۔ ابھی ۔۔۔۔ کے ساتھ مسئلہ ہے اور وہاں پر کچھ private societies ہمیں اجازت نہیں دے رہی ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارا مسئلہ ہے۔ Standing Committee on Communication میں ہم نے اسے بہت discuss کیا تھا۔ میں 100% sure نہیں ہوں۔ آج یا شاید کل ہو چکا ہے، ہم نے اس کے لیے ایک sub committee بنائی ہے اور وہ وہاں پر site visit کر رہی ہے۔ ہم اس کا تھوڑا سا design change کر رہے ہیں۔ ہم اسے تھوڑا سا اندر لا رہے ہیں۔ صرف انہوں نے دیکھنا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسے جلد سے جلد کھول دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی الیاس بلور صاحب۔ جی چٹھہ صاحب۔ اسے فائنل کریں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: انہوں نے میرا ہرن مینار والا سوال touch نہیں کیا۔ ہرن مینار interchange

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جہاں تک ہرن مینار کا تعلق ہے، انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کی funding کر دیں گے۔ ہمارے پاس funding بہت کم تھی۔ ہمیں funding ہوئی نہیں ہے۔ ابھی دو تین مہینے ہوئے کہ funding شروع ہو گئی ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کی funding کر دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: معاملے چل پڑے ہیں۔ جی الیاس بلور صاحب! script کرتے جائیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: میرا ایک چھوٹا سا سوال ہے کہ will of the government ہونی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ افغانستان ہے جو under developed وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں axle پر انہوں نے weight کیا ہوا ہے اور آپ 5 KG فالتو ڈالیں تو ٹرک والا ڈالنے نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ action لیتے ہیں اور جرمانہ کرتے ہیں۔ اس لیے axle پر ہمیں پورے طریقے سے، سختی سے عمل کرنا چاہیے۔ جیسے انہوں نے Tanker Association کے بارے میں فرمایا ہے۔ Tanker Association نے تو یہی کیا ہے کہ بیس ٹن کی گاڑی میں پیچھے پانچ ٹن کا اور بنا دیا ہے۔ اب پچیس ٹن کی گاڑی آ رہی ہے۔ Axle کے مطابق تو وہ completely failure ہے۔ ہماری گورنمنٹ کو strong step لینا چاہیے۔ اس میں کون سی بات ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صحیح بات ہے۔ پرویز رشید صاحب! آپ final supplementary کریں۔ آپ کا سوال بھی تھا۔

سینیٹر پرویز رشید: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ہماری تمام سڑکوں پر axle load issue جس کی طرف ابھی اشارہ بھی کیا گیا، اس میں ایک بہت بڑا factor NATO supply رہا ہے۔ آج ہی میں ٹیلی ویژن پر ایک رپورٹ دیکھ رہا تھا کہ mines کو تلاش کرنے کے لیے جو vehicle استعمالی کی جاتی ہے، افغانستان میں ایسی 13000 vehicles ہیں۔ اگر انہیں ہر کولیس طیارے میں لادا جائے تو ایک ہر کولیس صرف 2 wehicle کو اٹھا سکتا ہے اور وہ افغانستان میں تیرہ ہزار ہیں۔ یہ 13000 vehicles ہماری سڑکوں پر سے گزر کر افغانستان پہنچی ہیں اور نیٹو کی اس سپلائی نے ہماری سڑکوں کا ستیاناس کر دیا ہے جو مسلسل آٹھ دس سال تک افغانستان تک پہنچائی گئی ہے تو کیا وزیر صاحب ہمیں بتائیں گے کہ ہم نے نیٹو سے کتنے پیسے اپنی سڑکوں کی بحالی کے لیے وصول کیے ہیں؟

جناب قائم مقام چیئرمین: کیا ہم نے آج تک کوئی پیسے نیٹو سے لیے ہیں؟ نہیں جی۔

سینیٹر پرویز رشید: پھر میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا چار سو روپیہ per vehicle لینا کس نے طے کیا اور اس شخص کو کس نے یہ اختیار دیا تھا کہ وہ پاکستان کے infrastructure کو کوڑیوں کے دام اس طرح فروخت کر دے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: میرا خیال ہے کہ آپ کی کل کی resolution اسی طرف چلی گئی ہے کہ اس وقت کیا ہوا تھا۔

سینیٹر پرویز رشید: لیکن جناب! اس کے بعد چار سال سے تو یہ حکومت میں ہیں۔ وہ تو چلا گیا۔ اس کا حساب کتاب تو یقیناً ہو گا۔ پچھلے چار سال سے تو یہ حکومت میں ہیں۔ انہوں نے اس چار سو روپے پر کیوں قناعت کی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی۔ آپ اس کا جواب دیں۔ ان کا سیاسی قسم کا صحیح سوال ہے۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: میں پرویز رشید صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انہوں نے بہت important question کیا ہے۔ ایک تو میری آپ سے request ہے کہ مجھے کسی اور دن تھوڑا سا موقع دیں۔ اس پر ہم نے کافی کام کیا ہے۔ میں تیار ہو کر آپ کو اس پر پوری طرح explain کروں گا۔ نیٹو کے جتنے بھی containers ہیں، تقریباً سے تین سو سے چار سو تک روزانہ ہماری سڑکوں سے جب افغانستان جاتے تھے، ان کی وجہ سے ہماری سڑکیں بری طرح damage ہوئی ہیں۔ ہم نے بہت suffer کیا ہے اور ہم نے as such

ان سے کوئی پیسہ نہیں لیا۔ یہ جو چار سو کی بات ہے، یہ صرف routine کا toll tax وہ یہاں دیتے ہیں۔ جہاں اور لوگ بھی دیتے ہیں، وہ بھی دیتے ہیں۔ As such انہوں نے ہمیں کوئی پیسہ نہیں دیا۔ حالانکہ ہماری سڑکوں پر ان کا یہ business شروع ہے۔ ان کا بہت بڑا کام شروع ہے۔ اگر ایک دن آپ ہمیں دیں تو جو کام ہم نے کیا ہے، میں اس کی تفصیلات آپ کو بتا دوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل آپ ایک briefing رکھیں۔ اس میں سینیٹرز کو specially invite کریں اور up date کریں۔ کیونکہ communication کا یہ مسئلہ، قومی مسئلہ بن گیا ہے۔ اس طرح میری خواہش کہ کبھی ریلوے کے بارے میں بھی ہماری briefing ہو۔ جی.We will move to the next question زاہد خان صاحب

Q. 62

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! اس میں، میں suggestion دے سکتا ہوں کیونکہ منسٹر صاحب نے جو جواب دیا ہے، ایک تو barrier کی بات کی ہے۔ وہاں کوئی barrier نہیں ہے اور علاقے کے مکینوں کے لیے بہت مسئلہ ہے۔ کیونکہ جب گاڑیاں ادھر stop ہوتی ہیں تو وہ لوگ نہ نکل سکتے ہیں اور نہ جا سکتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہاں کوئی board نہیں ہے۔ وہاں no parking کا board لگا ہو تاکہ وہاں کی local Police ان گاڑیوں کا چالان کرے۔ جب آپ یہ دو چیزیں کر لیں گے تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ میری تجویز ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ارباب صاحب! یہ جو تجویز دے رہے ہیں، اس پر عمل کروا دیں۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب چیئرمین! زاہد صاحب نے جب question کیا تھا تو چونکہ مجھے خود اس جگہ کا پتا نہیں تھا۔ میرے پاس وقت نہیں تھا اور نہ میں خود وہاں پر چلا جاتا۔ میں نے وہاں ایک آدمی بھیجا تھا اور اسے کہا تھا کہ وہ مجھے photographs دکھا دے تاکہ میں ٹھیک جواب دے سکوں۔ انہوں نے مجھے photographs دیے اور کہا کہ یہ barrier ہیں۔ یہ photographs ابھی میں ان کو دکھا دیتا ہوں۔ میں نے ان کو کہا ہے کہ یہ barriers نہیں ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ہم وہاں barriers بھی لگائیں گے اور board بھی لگا دیں گے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ مجھے بتائیں آپ نے کہاں board لگایا ہوا ہے تو انہوں نے مجھے as such اس کی کوئی تصویر نہیں دی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی چٹھہ صاحب۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: جناب! میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اسی جی ٹی روڈ کا ایک مسئلہ ہے۔ گوجرنوالہ by pass پر کھیالی میں جو fly over بنا رہے ہیں، وہ عرصہ دراز سے زیر تعمیر ہے۔ وہاں پر بڑی بھاری ٹریفک ہر وقت block رہتی ہے اور

ٹریفک بہت زیادہ ہے۔ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی اور لوگوں کو بہت تکلیف ہے۔ اسے ذرا جلدی تعمیر کیا جائے۔ حکومت اسے کب تک مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: نماز کے وقفے کے دوران آپ پانچ منٹ کے لیے چٹھہ صاحب کے ساتھ علیحدہ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: یہ ان کے State Minister کے حلقے میں آتا ہے اور دو تین سال سے کام رکا پڑا ہے۔ لوگوں کو بہت تکلیف ہے۔ جی ٹی روڈ کا مسئلہ ہے۔ ضروری نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ question سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ معاملہ بالکل tangent پر چلا گیا ہے۔ زاہد خان صاحب کے بہت سے pending questions ہیں۔ تین مرتبہ تو میں نے زاہد خان صاحب کو اتنا مجبور کیا ہے کہ چپ کر کے بیٹھ جائیں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: زیادہ complicated مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: چٹھہ صاحب کو دل بڑا کر کے سن لیں۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جی ٹی روڈ پر کھیالی fly over گوجرانوالہ میں بہت important project ہے۔ اصل میں جب یہ project شروع ہوا تھا تو یہ single lane تھا اور اس کی cost تقریباً ۴۵ کروڑ روپے تھی۔ بعد میں اسے double کیا گیا اور اس کی cost بھی almost double ہو گئی تھی۔ اس لیے ہمارے funds میں change ہو گئی اور ہمارے چیئرمین صاحب کی اس پر کافی reservations تھیں۔ ابھی جا کر یہ مسئلہ حل ہوا ہے اور اب ہر ماہ ہم اسے پیسے دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری پوری کوشش ہے۔ فیصلہ یہ ہوا ہے کہ پہلے اسی کی ایک side بنائیں گے، اسے مکمل کر کے پھر اس کی دوسری side بنائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے۔ Next question زاہد خان صاحب۔

Q. 63

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میں نے honourable minister sahib سے سوال پوچھا کہ آیا ملتان میں جو fly over یا roads بن گئے ہیں، کیا یہ NHA کے ہیں؟ تو جواب آیا کہ نہیں لیکن میں نے کہا کہ اس پر جو خرچ ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ Prime Minister کے کہنے پر ہے۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں! یہ واقعی صوبائی دائرہ اختیار میں آتا ہے، وہ کرتے ہیں۔ جناب! اگر آپ اس figure کر پڑھ لیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ لیتا ہوں۔ سات بلین روپے وہاں خرچ ہوئے ہیں۔ اب سات بلین روپے

جب خرچ ہوئے ہیں تو rules کے مطابق کوئی پیسہ، Prime Minister بے شک جتنا مرضی خرچ کر سکتا ہے لیکن PSDP جو National Highway Authority کے لیے ہمارے صوبوں کے لیے منظور ہوتا ہے، اس میں سے کوئی پیسہ اس پر خرچ نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ ہمارے صوبوں میں، بلوچستان ہے، سندھ ہے، پنجاب ہے، خیبر پختونخوا ہے، (جاری)

T06−24JAN2012---ASHFAQ/ED.---UR5---5.30PM

جاری------سینیٹر محمد زاہد خان----

آیا ہمیں یہ بتایا جائے کہ ہمارے صوبوں بلوچستان، سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا میں تین سال سے ہمارے جو projects چل رہے تھے، آپ PSDP کا پیسا ادھر لے گئے ہیں تو کیا یہ صوبوں کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟ کیا آپ کو rules اجازت دیتے ہیں کہ آپ ایسا غلط اقدام اٹھائیں، اگر اٹھایا ہے تو کیوں اٹھایا ہے؟ آپ کے rules کے مطابق PSDP کا پیسا Prime Minister کی instructions پر خرچ نہیں ہو سکتا، وہ پیسا ان projects کے لیے ہوتا ہے جو PSDP سے ان کے لیے pass ہوتا ہے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے rules کی خلاف ورزی کیوں کی، کس کے کہنے پر کی، یہ order کس نے دیا ہے، اگر دیا ہے تو اس کا ازالہ کیسے کریں گے، یہ میرا سوال ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی ارباب صاحب۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ سوال کے تین parts ہیں جو پہلا ہے، اس کا جواب ہے کہ

(a) Yes, development work like construction/repair of roads in a city is the responsibility of concerned local, district or provincial government.

یہ جو سات کام ملتان میں ہو رہے ہیں، میرے پاس PSDP موجود ہے، یہ ساتوں projects PSDP 75, 74, 72, 73, 76, 78 and 79, اس پر reflect ہوئے ہیں، یہ PSDP میں آئے ہوئے ہیں اور ان کے PSDP میں funds ہیں اور یہ کام اس وجہ سے ہو رہے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! نہیں، کیا یہ National Highways Authority کے roads ہیں، اگر ہیں تو اس کے لیے پہلے orders ہوتے ہیں۔ ہمارے Leader of the House نے National Highways Authority کو ایک road دینا تھا، ان کے بارے میں meetings میں آیا اور یہ تین مرتبہ آیا، تینوں مرتبہ یہ کہا گیا کہ ہم پہلے province سے پوچھیں، province سے

اجازت لیں گے اور اس کے بعد ہم Prime Minister کے پاس بھیجیں گے، اس کے بعد آپ کے road کو National Highways Authority take over کرے گی۔ آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے اس کا process کیا تھا، آپ شہر میں کسی صورت میں نہیں لے سکتے، آپ کسی قانون کے تحت نہیں لے سکتے پھر آپ نے PSDP میں اس کی کیسے allocation کی، کیا یہ غیر قانونی اور غیر آئینی نہیں ہے، کیا آپ نے یہ اقدام غیر آئینی نہیں اٹھایا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کی PSDP scheme میں ضرور ہے لیکن جو نیا نقطہ ہے، آج کل آئینی اور قانونی معاملات بہت ہیں، اس پر جواب دیں۔ حاجی صاحب! آپ کو نیکی کی صلاح دیتے ہی نہیں ہیں، ہر وقت ایسی صلاح دیتے ہیں کہ اور پھڈا پڑے، اللہ خیر کرے۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب چیئرمین! Prime Minister اس ملک کے Chief Executive ہیں، ان projects پر ان کے Directive پر کام ہو رہے ہیں اور ہم PSDP نہیں بناتے، PSDP Planning Department بناتا ہے اور Planning Department کی جو PSDP ہے، Communication Division کی ہے، اس میں یہ سب projects reflect ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میرا نقطہ پھر رہ جاتا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد خان صاحب mover ہیں، ان کی تسلی و تشفی ہونی چاہئیے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: وزیر صاحب بات کو کیوں پیچیدہ کر رہے ہیں؟ ان roads and flyovers کے لیے NHA نے کوئی نہ کوئی notification کیا ہو گا، آپ نے take over کیا ہے، وہ notification House کو بتا دیں تاکہ تسلی ہو جائے، ہم پھر کہیں کہ یہ PSDP میں ہے، اگر وہ اس میں نہیں ہے تو ہم یہ کہتے ، Prime Minister Chief Executive ہیں اور پاکستان کے خزانے کے مالک ہیں لیکن وہ PSDP سے پیسے نہیں دے سکتے کیونکہ یہ صوبوں کا حق ہے اور یہ حق مارا جاتا ہے۔ صوبوں کے projects ابھی تک اس کی وجہ سے پڑے ہیں کیونکہ 7 and 8 billion روپے PSDP کے ادھر گئے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پیپلز پارٹی اور ANP والے آپس میں تھوڑی بات چیت کر کے آیا کریں۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جہاں تک notification کا تعلق ہے تو جناب چیئرمین صاحب! اگر آپ مجھے تھوڑا سا time دے دیں، میں اس کی پوری information لوں گا اور زاہد صاحب کے ساتھ share کر لوں گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پوری معلومات لے لیں پھر اس پر آگے بڑھیں گے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: یہ share کرنے کی بات نہیں ہے، میں نے سوال House کی information کے لیے کیا ہے کہ لوگوں کو پتا چلے کہ اس ملک میں کیا ہوا ہے اور کیا system چلتا ہے، اگر قانون اور آئین کے مطابق کام نہیں چل رہا ہے تو ہم سب ذمہ دار ہیں کہ ہم قانون اور آئین کے مطابق کام کیوں نہیں چلاتے۔ یہ مجھے House میں جواب دیں۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: آپ مجھے تھوڑا سا time دے دیں اور میں Senate کی صوابدید سمجھتا ہوں اور میں بالکل یہ admit کرتا ہوں، میں آپ کو next time یہ بتا دوں گا کہ اس کا procedure ہو چکا ہے یا نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کو time دیتے ہیں، سارا home work کریں، صحیح ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، ڈاکٹر عبدالمالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب! میری ایک گزارش ہے کہ ہم پچھلے دنوں میں South Punjab گئے، ہم نے south کی تمام schemes کو exercise کیا، یہ بڑی زیادتی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وزیراعظم اپنے حلقے کو بے شک ترقی دیں، ان کا right بنتا ہے لیکن if you believe me sir 80% of the South Punjab schemes وہ صرف ایک شہر پر خرچ کر رہے ہیں۔ ہم نے آپ کو note بھیجا ہے، ہم Planning Commission کو بھی note بھیجا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کی باتوں پر اذان بھی ہو گئی۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی نماز کے لیے وقفہ کرتے ہیں اور نماز مغرب کے بعد question hour کو 15 minutes مزید دیں گے، we adjourn for 15 minutes.

(The House was adjourned for 15 minutes for Maghrib prayers)

T07-24JAN2012 FURQAN[ED.MOHSIN] 06.00P.M. ER8

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس زیر صدارت جناب قائم مقام چیئرمین (میر جان محمد جمالی) دوبارہ شروع ہوا)

جناب قائم مقام چیئرمین: طاہر مشہدی صاحب نہیں پہنچے، ان کا سوال تھا۔ ابھی زاہد خان صاحب کا ہے۔ چلیں ہمایوں خان صاحب سپلیمنٹری پوچھیں۔ بہت سوالات ہیں، ابھی ہمارے پاس پندرہ منٹ ہیں۔ ہمایوں خان صاحب! آپ نے اور زاہد خان نے آپس میں بات کر لی؟ ٹھیک ہے۔ اگلا سوال نمبر 64 لے لیتے ہیں۔

Question No. 64. Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi. The House is with the bamboo doors.

آپ کو جوانی کے remarks دے رہا ہوں، جب آپ بھی twist around کرتے تھے۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Is the honourable Minister still here sir or he has gone? Q. No. 64.

Q. No. 64.

Mr. Acting Chairman: Any supplementary? Yes, Mashhadi sahib.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Sir, I draw kind attention through you to the honourable Minister that he got Rs. 37,418 million(Local Currency component) & Rs. 7,218 million (Foreign Currency component). Out of that Sindh only got Rs. 7,283 million. Then if you go further down where the repair figures are given, he has 19.759 billion in his kitty and to the poor Province of Sindh, he only gives 320 million.

I would like to ask the honourable Minister that when the step motherly treatment with Sindh, stop. Now, after the 18th Amendment provincial rights have been given.

جناب قائم مقام چیئرمین: طاہر مشہدی صاحب! وہ سرسری سا بتا گئے تھے لیکن انہوں نے کہا کہ جب funds کا slash ہوا تو after the floods ہمیں maintenance اور repair کے لیے فنڈ ملا ہی نہیں۔ if I am not wrong اس پر وضاحت کریں اور کس province میں کتنے highways ہیں، اس سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ بلوچستان میں بہت زیادہ لمبے highways ہیں۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: سندھ میں highways ہیں ہی نہیں، وہاں پر tracks ہیں، it is impossible to move.

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ تو خوشی کی بات ہے، بلوچستان اور آپ برابر ہوتے جارہے ہیں، بلوچستان میں بھی tracks ہیں۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: آپ کو، بھٹ شاہ جانا ہو، لاڑکانہ جانا ہو تو آپ کو کسی جگہ بھی اچھی سڑک نہیں ملے گی۔ National Highway کی حالت بہت پتلی ہے۔ انہوں نے ہمارے ساتھ جو کیا وہ تو کیا لیکن funds allocation میں اس قسم کی ناانصافی، یہ ہمارا حق ہے، ہمیں پورا حق دیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ارباب صاحب! جواب دیں۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب چیئرمین بہت شکریہ۔ میں تھوڑا سا clarify کروں کہ یہ جو Rs. 37,418 million ہیں، یہ 2010-11 کی allocation تھی، چونکہ flood تھا ہمیں یہ پیسے ملے نہیں، 50%c cut لگا، last year ہمیں صرف 18.5 billion rupees ملے۔ یہ 37 نہیں ہے، 18.5 ہے۔ اس وجہ سے ہماری جو liabilities ہیں وہ آگے carry forward ہو گئیں اور ہماری کافی liabilities ہیں جواب تقریباً 12 billion سے 4 billion پر رہ گئی ہیں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک maintenance کا تعلق ہے تو ہمارے پاس دو قسم کے funds ہوتے ہیں، ایک تو development کے لیا ہوتا ہے اور ایک maintenance کے لیا ہوتا ہے، development کا تو میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ میں آپ کو تھوڑا سا maintenance کے بارے میں بھی بتا دوں کہ ہمارے پاس جو federal load network ہے وہ 12,200 کلومیٹر کا ہے۔

(آگے جاری T08)

T08-24JAN2012...........FANI\ED (Zafar Iqbal)...............6.10 PM UR12

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان (جاری)

ہمارے پاس جو Federal load of network ہے وہ 12200 کلومیٹر کا ہے۔ اس سال جو ہم نے ورلڈ بینک کے ساتھ مل کر سروے کیا ہے according to that survey ہمیں اس network کو maintain کرنے کے لیے 49 billion روپے چاہییں۔ دوسری طرف ہمارے پاس جو اس سال annual maintenance plan اور اس کی funding ہے وہ تقریباً بارہ ارب روپے

ہے جس میں سے 3.5 billion صرف liabilities ہیں۔ ہم نے یہ liabilities بھی clear کرنی ہیں اور ہمارے پاس implementation کے لیے جو actual funds رہ گئے وہ تقریباً 4.5 billion روپے ہیں جو کہ بہت ہی زیادہ کم ہیں۔ جہاں تک 19.759 billion کا تعلق ہے اس کا break up یہاں پر دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس actual available amount پچھلے سال 2.2 billion روپے تھی۔ بقایا 5.68 billion روپے floods allocation ہے اور 11.85 billion روپے کی allocation پچھلے جو ہمارے پیسے pile up ہوگئے تھے۔ Last year ہمارا ADP بہت کم تھا۔ چاروں صوبوں کے لیے ہمارے پاس 2,220 million روپے تھے جن میں سے سندھ کو ہم نے تقریباً 320 million روپے دیئے اور میں یہاں پر بالکل admit بھی کروں گا کہ اگر آپ پشاور جی ٹی روڈ سے شروع کریں اور جب آپ سندھ کے بارڈر تک پہنچ جاتے ہیں تو ہماری roads بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں، جیسے ہی ہم سندھ میں داخل ہوتے ہیں تو سندھ میں ہماری سڑکیں کافی خراب ہیں۔ اور میں یہ دوبارہ کہنا چاہوں گا کہ جب ہم سندھ میں داخل ہوتے ہیں تو اس سے پہلے پنجاب میں ہماری سڑکیں بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ہمارے صوبے میں بھی ہماری سڑکیں بالکل ٹھیک ہیں۔ سندھ میں ہماری سڑکیں کافی حد تک خراب ہیں۔ ابھی کچھ portion ہم flood میں take up کر رہے ہیں اور اس پر کافی کام ہو رہا ہے۔ ہماری ساری توجہ اس وقت سندھ کی roads پر ہے ان کو ہم ٹھیک کر رہے ہیں۔ ابھی میرے پاس پوری detail نہیں ہے اگر یہ چاہیں تو میں ان کو مہیا کر سکتا ہوں۔ ہماری جی ٹی روڈ پر بہت زیادہ ٹریفک ہے۔ پاکستان کی اسی فیصد کمرشل ٹریفک اس روڈ پر ہے اور وہ کافی خراب ہے لیکن اس کا تقریباً دو سو کلومیٹر کا سیکشن ہم لے رہے ہیں۔ ایک سیکشن انڈس ہائی وے کا دادو سے رتوڈیرو تک بالکل نیا بن رہا ہے۔ اس کو حکومت جاپان بنا رہی ہے اور جی ٹی روڈ کو بھی ہم ٹھیک کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہمایوں مندوخیل صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب چیئرمین! یہ اچھا ہوا۔ یہ اسی سے related تھا جو پہلا سوال میں کرنا چاہتا تھا۔ اس میں year wise detail دی ہوئی ہے لیکن اگر آپ پچھلے سوال پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں تو فیصل آباد سے ملتان موٹر وے ہے جس کا نام M4 ہے۔ 30 billion کا وہ پراجیکٹ ہے اور کچھ دوسرے پراجیکٹس بھی ہیں، ملتان in and around تقریباً ساٹھ ارب روپے کے ہیں۔ اسی طرح لاڑکانہ in and around چالیس سے پچاس ارب روپے کے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بلوچستان میں کولپور بائی پاس جو ستر کروڑ روپے کا ایک پراجیکٹ ہے وہ بھی جس نے منظور کروایا اسی نے خود ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ باقی پچھلے چار سالوں میں بلوچستان میں کوئی

پراجیکٹس نہیں آئے۔ مجھے ذاتی طور پر پتا ہے اور میں اس کو چیلنج کر سکتا ہوں۔ جو ٹینڈر ہوا وہ مشرف دور کے پراجیکٹس تھے جو دوبارہ ٹینڈر ہوئے۔ یہ جو ساٹھ ارب روپے کی selective development ایک جگہ آپ کر رہے ہیں، دوسری جگہ کر رہے ہیں تو پھر کیا ہمیں بھی وزیراعظم اور صدر بننا پڑے گا۔ دوسرے یہ تمام evils کی جڑ ہے۔ یہ ملتان اور لاڑکانہ میں جو development ہو رہی ہے یہ at the cost of Balochistan ہو رہی ہے۔ کیونکہ اگر اس سارے کو ملیا میٹ نہ کیا ہوتا تو بلوچستان میں بھی development کی جا سکتی تھی اور بلوچستان کے بہت سارے roads بن سکتے تھے۔ میں نے سری لنکا میں ایک workshop attend کی، وہاں پر جو عام violence ہے اس کی main وجہ یہی ہے کہ unequal development, unequal distribution of resources تو ہمارے ساتھ یہ ظلم کب تک چلتا رہے گا۔ کیا ملتان، لاڑکانہ کے علاوہ بلوچستان بھی پاکستان کا حصہ ہے کہ نہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ علیحدہ کریں گے۔ یہ سوال نہیں تھا۔ اس کے لیے NHA والے جو ہمیں brief دے رہے ہیں اس میں پھر یہ بھی take up کریں۔ سوال نمبر ۶۵ زاہد خان صاحب۔ کدھر گیا زاہد خان۔ آپ کا سوال ہے۔ کیا آپ اسی پرانے والے پر جا رہے ہیں۔ حاصل خان صاحب کی گاڑی پرانی ہائی وے پر ہے، وہ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔ جی حاصل خان صاحب آپ سوال کریں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: شکریہ جناب چیئرمین! بڑی مشکل سے یہ وزیر صاحب ملتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وزیر صاحب تو ہر جگہ ملتے ہیں۔ ان کے محکمے کو بیچارہ بنا دیا گیا ہے۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میں اس بات کو continue کروں گا جو مندوخیل صاحب نے کہی۔ آپ وزیراعظم کے اشارے پر کہیں پندرہ ارب روپے خرچ کرتے ہیں، صدر کے اشارے پر سو ارب روپے خرچ کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صدارتی اشارہ، وزیراعظم کا اشارہ بھی اشارہ ہوتا ہے۔ آپ خود سمجھدار ہیں۔ سمجھ جائیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میرا صرف ایک سوال ہے کہ آپ نے ایک سو پچیس ارب روپے گوادر پورٹ پر خرچ کیے۔ آپ کا کلیم ہے کہ ہم نے یہ رقم گوادر پر خرچ کی ہے۔ آپ کی وہ پورٹ سڑ، گل رہی ہے۔ اب وہ ختم ہونے والی ہے کیونکہ وہ operational نہیں ہے۔ وہ صرف اس لیے operational نہیں ہے کہ جب تک آپ گوادر سے رتوڈیرو یا گوادر سے چمن road کو operate نہیں کریں گے اس وقت تک یہ پورٹ وہیں گلتی سڑتی رہے گی۔ آپ کے ایک سو پچیس ارب روپے ڈوب جائیں گے مگر پچھلے بجٹ سے لے کر ابھی تک حکومت اس سے متعلق بالکل خاموش ہے شاید وہی بات ہے جو مندوخیل صاحب کہہ رہے ہیں۔ پچھلے دنوں جب ہم نے ان سے بات کی

کہ آپ یہ کیوں نہیں کر رہے تو ان کا جواب تھا وہاں law and order کا مسئلہ ہے مگر جب ان کو فاٹا میں امریکی ڈالر نظر آئے تو انہوں نے ساری construction فاٹا میں shift کر دی۔ کیا وہاں law and order کا مسئلہ نہیں ہے اور بلوچستان میں زیادہ خراب ہے۔ میری ان سے درخواست ہے کہ خدارا! اس پر توجہ دیں آپ کے ایک سو پچیس ارب روپے ڈوب جائیں گے۔آپ کی پورٹ ختم ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی۔ اس کا نوٹس لے لیں۔ آپ کی باتیں سنوں گا۔ کچھ نہیں ہوا۔ پیسے ڈوبنے نہیں چاہییں لیکن روایت یہ رہی ہے کہ پچھلی سکیم ڈوب جاتی ہے اور نئی بن جاتی ہے۔ سوال نمبر ۶۵ زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ضمنی سوال نہیں ہے کیونکہ میں نے پہلے جو سوال کیا تھا اس کا جواب یہی ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں وہی جواب ہے۔ پروفیسر ابراہیم صاحب آپ کا سوال نمبر ۶۶ ہے۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: شکریہ جناب چیئرمین! لواری ٹنل کے بارے میں محترم وزیر صاحب نے بتایا ہے کہ revised estimate 18.132 billion rupees ہے اور چار سال میں یہ مکمل ہو گی۔ اس کو اگر چار سال پر تقسیم کر دیں تو ایک سال کے 4,533 ملین روپے بنیں گے جب کہ محترم وزیر صاحب نے یہ بتایا ہے کہ سال رواں میں اس کے لیے 145.3 یعنی چار ہزار پانچ سو تینتیس ملین کے مقابلے میں انہوں نے ایک سو پینتالیس ملین روپے رکھے ہیں جب کہ انہوں نے utilization بتائی ہے دونوں کو ملا کر 109 ملین۔ 4,533 ملین کے جواب میں 109 ملین کی .utilization یہ لواری ٹنل کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے اور اس کو کیسے سنجیدہ لیا جائے گا۔ وزیر محترم اگر یہ بھی بتائیں کہ محترم وزیراعظم صاحب کا بیان بار بار اخبارات میں آرہا ہے کہ لواری ٹنل کے لیے دو ارب روپے جاری کیے جا چکے ہیں۔ محترم وزیراعظم صاحب سچ بول رہے ہیں یا وزیر مواصلات سچ بول رہے ہیں، یہ اس کی بھی ذرا وضاحت فرما دیں کہ یہاں بتایا جا رہا ہے کہ 109 ملین جب کہ وزیراعظم صاحب دو بلین روپے کی بات کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی ارباب صاحب۔

آگے جاری-----------------T09

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان (وفاقی وزیرِ مواصلات): شکریہ چیئرمین صاحب۔ لواری ٹنل no doubt ہمارے ملک کا ایک بہت important project ہے۔ بد قسمتی سے 5 مئی 2011 کو چونکہ ہمارے پاس funding نہیں تھی، تو non-availability of funds

کی وجہ سے contractor نے ہمیں termination کا نوٹس دیا تھا۔ وہ نوٹس این ایچ اے نے The Engineer کے ساتھ challenge کیا۔ چونکہ اس نوٹس میں کچھ غلطیاں تھیں، ہماری شاید قسمت اچھی تھی، تو The Engineer کا جو فیصلہ ہے تو انہوں نے دونوں notices null and void کیے اور جو contract تھا، وہ آج stand کرتا ہے۔ جو مئی کے مہینے میں stand تھا، وہی آج بھی contract کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہمارا contract ان کے ساتھ in tact ہے۔

ہم نے Koreans سے بڑی بات چیت کی، خاص طور پر میں نے خود بڑی کوشش کی لیکن وہ کسی بھی قسم کی بات چیت کے لیے تیار نہیں تھے۔ ان کی شرط یہ تھی کہ پہلے آپ کے account میں funds موجود ہوں گے، اس کے بعد ہم آپ سے بات کریں گے۔ جناب چیئرمین! جیسا کہ ہم نے کہا تھا اور پرائم منسٹر صاحب نے بھی کہا تھا، دو بلین روپے آج ہمارے assignment account میں موجود ہیں۔ جہاں تک contractor M/s SAMBU کا تعلق ہے، آج بھی وہ یہی ہیں۔ پچھلے ہفتے سے روزانہ کی basis پر ہم ان سے بات چیت کر رہے ہیں اور اسی ہفتے میں ہم ان کے ساتھ کسی final settlement تک پہنچ جائیں گے۔ ہم نے ان سے کہا ہے کہ یا ہاں کر دیں یا نہ کر دیں کیونکہ ابھی ہمارے پاس funds موجود ہیں اور ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم ان ہی سے کام شروع کروائیں۔ ہم دن رات کوشش کر رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ تین چار دنوں میں کوئی نتیجہ نکل آئے گا۔ اس میں ہم مزید time loss afford نہیں کر سکتے کیونکہ already پیسے ہمارے اکاؤنٹ میں پڑے ہیں۔ ان کی تھوڑی سی liabilities ہیں جو کہ ہم کل بھی clear کرنے کے لیے تیار ہیں۔ Contractor کی صرف 278 ملین کی liability ہے اور Consultant کی 234 ملین کی۔ وہ کل بھی ہم ان کو pay کر سکتے ہیں لیکن ہم نے اس لیے ابھی روکے ہوئے ہیں تاکہ ہماری final settlement اسی ہفتے شاید ان سے ہو جائے۔ جیسے ہی settlement ہوتی ہے تو ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم جلد از جلد کام شروع کریں۔ خدانخواستہ اگر ان کے ساتھ ہماری settlement نہیں ہوتی تو پھر اس کے لیے ہمیں کوئی اور راستہ ڈھونڈنا ہوگا۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب چیئرمین! میرے سوال کا جواب تو نہیں آیا۔ مجھے تحریری جواب میں جو بتایا گیا ہے، 18.132 بلین روپے کا تخمینہ ہے چار سالوں کا، ایک سال کا بنتا ہے 4.533 بلین روپے اور یہاں پر جو بتایا جاتا ہے 109.15 ملین utilize ہوا ہے۔ اس سوال کا جواب وزیرِ محترم نہیں دے رہے۔ پھر گزارش یہ ہے کہ سامبو کمپنی project area سے بھاگ گئی ہے یا ان کو بھگا دیا گیا ہے، وہ اپنا سامان، اپنا مٹیریل اور اپنی مشینری اونے پونے داموں بیچ چکی ہے۔ اس کے ساتھ جو زیادتیاں ہوتی رہی ہیں،

اس کے بعد اس کو repair کرنا ہماری حکومت کے بس میں نہیں ہوگا۔ اس وقت اس project کے ساتھ بہت ہی زیادتی ہورہی ہے۔ 109 ملین کی 4,533 ملین کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: ارباب صاحب! جو details وہ پوچھ رہے ہیں، ان کی تسلی کریں ۔ پھر ہم آخری ایک دو سوال لیں گے کیونکہ وقفہ سوالات ختم ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: چیئرمین صاحب! اس میں جواب لکھا ہوا ہے۔ An amount of Rs.145.3 Million has been released, so far, in financial year 2011-12. چونکہ ان کا کام بند ہے، کیونکہ ان کے bills generate نہیں ہورہے، کیونکہ وہ کام نہیں کررہے، انہوں نے اپنی مشینری بیچی نہیں ہے، ان کے پاکستان میں اور بھی projects ہیں، ان کی مشینری ہمارے ایک warehouse بارہ بانڈہ میں پڑی ہوئی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے bills generate نہیں ہوئے۔ ہمارے پاس assignment account میں 2 billion موجود ہیں لیکن ہم تب ان کے ساتھ payment کی settlement کریں گے جب وہ کام کرنے کے لیے راضی ہوں گے۔ فی الحال وہ دوبارہ کام شروع کرنے کے لیے راضی نہیں ہیں۔ میری کوشش ہے، میرا بھی صوبہ ہے، میں بھی دن رات کوشش کررہا ہوں، میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دوبارہ کام ہر حالت میں شروع کریں۔ فی الحال وہ کام شروع کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ Funding ہمارے پاس already موجود ہے لیکن کام شروع کریں گے، bills آئیں گے تو ہم جون تک ان کو پیسے دے دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بلیدی صاحب! سوال نمبر 16 ہے۔

Question No.16

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں ایک مختصر ضمنی سوال کروں گا کیونکہ زاہد خان کا سوال بہت اہم ہے۔ گزشتہ تین سالوں میں National Highway and Motorway Police میں ٹوٹل 741 بھرتیاں ہوئیں۔ میں منسٹر صاحب سے کہتا ہوں کہ کل اگر وہ میٹنگ بلائیں، آئی جی موٹروے پولیس کو بلائیں، اس subject پر ہم سے discuss کریں کہ اس میں ہمارا quota بہت کم ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل، اسی میں یہ کرلیتے ہیں۔ آپ کو بھی جانا ہے اس میٹنگ میں اور آپ ڈاکٹر مالک اور حاصل خان کو بھی لیتے جائیں۔ اب سوال نمبر 19 پر آجائیں۔ جی زاہد خان صاحب۔

Question No.19

Mr. Acting Chairman: Any supplementary?

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! سال 12-2011 میں جو نیا PSDP بنا تھا، اس میں پنجاب کا حصہ تھا، سندھ کا حصہ تھا اور بلوچستان کا حصہ تھا جبکہ میرے صوبے کا حصہ نہیں تھا۔ میرا سوال یہ ہے کہ میرے صوبے کا حصہ کیوں نہیں ہے؟ میرے صوبے کی منسٹر صاحب خود نمائندگی کرتے ہیں، تو ہمارے صوبے کے لیے کیوں کوئی project نہیں دیا گیا اور اگر دیا گیا ہے تو آپ مجھے بتادیں۔ یہ میرا سوال ہے اور یہ اس لیے اہم ہے کہ PSDP سے ایک پورے صوبے کو باہر نکال کر پھینک دیا گیا ہے۔ یہ کس وجہ سے ہوا ہے؟ اس سے سینیٹ کے ایوان اور پورے صوبے کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اگر یہ کام PSDP والوں نے کیا ہے تو بھی بتایا جائے اور اگر NHA نے کیا ہے تو بھی بتایا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی عالمگیر صاحب۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب چیئرمین! مالی سال 12-2011 کے PSDP میں خیبر پختونخوا کے لیے 6.637 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اس میں نیا project کوئی نہیں ہے، صرف on going projects ہیں۔ اب دیکھیں ہم on going projects مکمل کریں گے تو نیا project ڈالیں گے۔ اگر ہم on going کو ہی complete نہیں کرسکتے تو نیا کہاں سے ڈالیں گے؟ خوشحال گڑھ پراجیکٹ ہم نے ڈالا ہے۔

آج ہمارے ملک میں 650 ارب روپے کے projects چل رہے ہیں۔ جو project ہم ایک ارب میں شروع کرتے ہیں، وہ دس ارب میں جا کر ختم کرتے ہیں، اس لیے کہ ہمارے پاس funding موجود نہیں ہوتی۔ میں تو یہ کہوں گا کہ ہم سب کو ایک دن بیٹھ کر یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم 100 projects کی بجائے چار projects کریں لیکن کم ازکم ان کو مکمل تو کریں۔ اگر ہم اسی طرح نئے projects لائیں گے تو وہ پرانے تو اسی طرح نامکمل پڑے رہیں گے۔ ہمارے پاس کراچی میں لواری ایکسپریس وے کا منصوبہ ہے جو کہ چار ارب روپے سے شروع ہوا تھا جبکہ آج وہ منصوبہ 20 ارب تک جا پہنچا ہے۔ میں آج یہ بات on record لانا چاہتا ہوں کہ وہ 30 ارب میں بھی

complete نہیں ہو گا۔ اسی طرح ہمارے اور بھی projects ہیں۔ انہوں نے لواری ٹنل کی بات کی، بالکل ٹھیک بات کی ہے۔ لواری ٹنل پر 18 ارب روپے لگیں گے اور یہ چار سال میں مکمل ہو گا، چار سالوں میں تب مکمل ہو گا کہ ہر سال اگر ہمیں چار سے ساڑھے چار ارب روپے ملیں۔ اگر ہمیں چار یا ساڑھے چار ارب روپے نہیں ملیں گے تو جناب چیئرمین! ہم کیسے اس کو مکمل کریں گے؟ اگر چار سال کے بجائے اس کا time آٹھ سال تک بڑھ جاتا ہے، شاید میں یہاں پر نہیں ہوں گا لیکن میں یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ یہ project بھی 18 ارب روپے میں کبھی مکمل نہیں ہو گا کیونکہ اس کی funding ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ اس کو اگر ہم دس سال بعد مکمل کریں گے، تو آج کے ڈالر کی قیمت دیکھیں اور دس سال بعد کے ڈالر کی قیمت دیکھ کر اندازہ کرلیں۔ جب لواری ٹنل ہم نے شروع کیا تھا، ڈالر 46 کا تھا، آج ڈالر 96 کا ہے۔ اسی لیے اسی کی prices اتنی بڑھ جاتی ہیں۔

میری آپ سب صاحبان، colleagues اور بھائیوں سے یہ request ہو گی کہ خدا کے لیے آئیں، بیٹھ جائیں اور important projects کو priority دیں تاکہ یہ مکمل ہوں۔ 650 ارب کے تمام projects ہم کیسے مکمل کریں گے؟ میرے خیال میں تو یہ possible نہیں ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں محترم وزیر صاحب سے دو چھوٹی سی باتیں پوچھوں گا۔ 6 ارب روپے کا ذکر آپ نے کیا اور خوشحال گڑھ پل کی آپ نے بات کی۔ خوشحال گڑھ پل کا آپ نے 15 جون کو افتتاح کیا تھا۔

(جاری------T10)

T10-24-01-2012 ER/4/Bhatti/ED: Zafar Iqbal 6:30 P.M.

سینیٹر محمد زاہد خان: (جاری---T9) آپ نے خوشحال گڑھ bridge کی بات کی، آپ نے پندرہ جون کو خوشحال گڑھ bridge کا افتتاح کیا تھا۔ وہ 11-2010 کا منصوبہ تھا، اس سال کا نہیں تھا۔ اس کے لیے OGDC and M/S MOL Pakistan نے پیسے دیے تھے، وہ آپ کے PSDP کے پیسے نہیں ہیں۔ میرے پاس سارے proof ہیں جو میں آپ کو دے سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ آپ نے لواری ٹنل پر دو بلین روپے کی بات کی ہے، وزیراعظم نے اعلان کیا تھا، وہ بھی آپ میرے صوبے کے PSDP کے چھ بلین روپے سے کاٹ رہے ہیں، حالانکہ یہ پیسے ان چھ بلین سے نہیں کاٹنے چاہییں وہ میرے صوبے کا حصہ ہے، وہ آپ کے PSDP کا حصہ ہے اور جو وزیراعظم صاحب نے دو بلین روپے دیے ہیں وہ انہوں نے direct اپنے funds سے دیے ہیں۔ اس کے علاوہ M/s MOL

Pakistan نے سات سو ملین روپے دیے ان کو بھی آپ نے اس میں include کیا ہے۔ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ ongoing scheme complete ہونی چاہیے، میں اس سے متفق ہوں لیکن کیا یہ بات پنجاب پر لاگو نہیں ہو گی؟ کیا یہ بات سندھ پر لاگو نہیں ہو گی؟ کیا یہ بات بلوچستان پر لاگو نہیں ہو گی؟ صرف خیبر پختونخوا پر ہو گی کیونکہ ادھر ہم نااہل بیٹھے ہوئے ہیں، یا تو سب پر کریں سب کے PSDP میں نہ ہو، اگر پھر میں نئے project کے لیے PSDP میں مطالبہ کروں تو وہ غلط ہو گا لیکن اگر آپ دوسرے صوبوں کو دے رہے ہیں اور میرے صوبے کو نہیں دے رہے ہیں تو یہ ناانصافی اور زیادتی ہے، یہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وزیر صاحب! آپ اس چیز کا notice لیں، ہماری Standing Committee on Communications کو بٹھالیں اور اپنے PSDP کو review کرلیں۔ آپ ہماری committee کی support لے کر دوبارہ Finance Department میں جائیں۔

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان (وزیر برائے مواصلات): جناب چیئرمین! میں نے اپنی سوچ کے مطابق بات کی ہے اور وہ پورے پاکستان کے لیے کی ہے، یہ چیز پورے پاکستان پر لاگو ہونی چاہیے۔ میں نے کبھی نہیں کہا کہ یہ چیز ایک صوبے پر لاگو ہو اور دوسرے صوبے پر لاگو نہ ہو۔ خوشحال گڑھ bridge کی بات ہے تو اس کی Government of Pakistan 50% funding کر رہی ہے، 50% funding MOL and OGDCL کر رہی ہے۔ جہاں تک لواری ٹنل کے دو بلین روپے کا تعلق ہے تو ان میں سے ہمیں ایک بلین out of PSDP وزیراعظم صاحب دے رہے ہیں اور ایک بلین روپے PSDP سے مل رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے، we come to the end of the Question Hour, we have over short by ten to fifteen minutes. آج ہم نے اجلاس تاخیر سے شروع کیا۔ میں دفتر میں بیٹھا دیکھتا رہا، میں آپ کو تھوڑی سی بات بتا دوں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی رازق صاحب۔

سینیٹر عبدالرازق: شکریہ جناب چیئرمین! وزیرِ موصوف کی باتیں سن کر یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ اپنی بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں۔ جب ہم سن رہے ہیں کہ motorways and highways پر ان کا control نہیں ہے، وہ bridge پر اس کو implement

نہیں کر سکتے تو ہمیں کوئی دوسرا راستہ بتا دیں کہ ہم کہاں رجوع کریں اور اس کو کون implement کرے گا؟ کیا یہ ان کی وزارت کے تحت نہیں آتا ہے؟ اس کے علاوہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ongoing schemes پر funding کریں گے اور نئی سکیمیں نہیں لائیں گے۔ لواری ٹنل منصوبے کے بارے میں انہیں احساس ہونا چاہیے کہ اگر یہ ٹنل کھل گئی تو ہمارا تاجکستان کے ساتھ اتنا قریبی رابطہ ہو جائے گا کہ واخان کی پٹی کے ساتھ ہم اس سے link ہو سکتے ہیں۔ یہ پاکستان کے لیے ایک بہت بڑا breakthrough ہو سکتا ہے۔ آج چترال کے لوگ برف میں مر رہے ہیں، آپ ٹی وی پر دیکھیں کہ لوگ برف میں پھنسے ہوئے ہیں۔ لواری ٹنل کا منصوبہ تو کافی پرانا ہے۔ کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ ایسی پرانی سکیموں پر پیسے لگے ہوئے ہیں اور نئی سکیموں پر پیسے نہیں لگے؟ لواری ٹنل جو اتنا پرانا منصوبہ ہے، اس کے پیسے تو آپ نے روک دیے ہیں اور اس کے بعد نئی سکیم شروع کر دی ہے۔ کیا یہ انصاف ہے؟

ڈاکٹر ارباب عالمگیر خان: جناب چیئرمین! جہاں تک لواری ٹنل کا تعلق ہے تو لواری ٹنل میں ٹریفک جاری ہے۔ FWO already وہاں پر based ہے۔ یہ وہاں چلے جائیں، آج سے ایک ہفتہ پہلے میں نے پندرہ منٹ میں اسے cross کیا ہے۔ وہاں پر ٹریفک چل رہی ہے، کسی کو بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے، آپ جس وقت چاہیں اسے cross کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے اٹھارہ ارب روپے کے funds کی ضرورت ہے، یہ ایک fact ہے۔ ہمارے پاس funds کی کمی ہے، ہمارے پاس ساڑھے چھ سو ارب روپے کے منصوبے ہیں، آپ مجھ سے یہ expect کرتے ہیں لیکن مجھے یہ پیسے کہاں سے ملیں گے، ہمارا ملک غریب ہے۔ انشاءاللہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ مکمل ہوں گے لیکن میری التجا یہ تھی کہ ہم منصوبوں کو priority دیں اور جو important projects ہیں کم از کم ان کو مکمل کر لیں تاکہ لوگوں کو ان سے فائدہ ہو سکے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! یہ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں کہ ongoing projects ہیں لیکن پھر PSDP میں دوسرے صوبوں کے نئے projects کیوں رکھے جاتے ہیں؟ میں تو یہ کہتا ہوں کہ PSDP میں دوسرے صوبوں کے بھی کوئی منصوبے نہ رکھیں جائیں کیونکہ وہاں پر بھی ongoing projects ہیں، انہیں پہلے مکمل کیا جائے، جیسا یہ ہمارے صوبے کے لیے فرماتے ہیں اور یہ ٹھیک فرماتے ہیں لیکن دوسرے صوبوں کے لیے بھی ongoing projects complete کیوں نہیں کرتے؟ ان کو نئے projects کیوں ملتے ہیں؟ یہ تو provincial autonomy کے خلاف ہے اور ہمارے صوبے کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اگر آپ دوسرے صوبوں میں نئے منصوبے دیتے ہیں، ان صوبوں میں بھی ongoing projects کافی ہیں جن کو ابھی میرے بھائیوں نے identify کیا ہے، انہیں

پہلے مکمل کریں، پھر نئے منصوبے دیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ongoing projects پہلے ختم کریں، ہم کہتے ہیں کہ ان منصوبوں کو پہلے ختم کریں لیکن سارے صوبوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وقفہ سوالات کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: حافظ صاحب! ہماری بھی بات مان لیں، پانچ منٹ میں بہت کچھ ہو جاتا ہے، آج میری بھی بات مان لیں، سوا گھنٹہ ہو گیا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ان کو سن تو لیں لیکن میرے خیال میں آپ لوگوں نے عالمگیر صاحب کے لیے تلواریں تیز کی ہوئی ہیں۔ آپ کا کون سا سوال ہے؟

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب والا! سوال نمبر 52.

Q. No. 52.

جناب قائم مقام چیئرمین: یہ تو Law, Justice and Parliamentary Affairs کے متعلق ہے، اس وزارت کے وزیر تو آئے ہی نہیں ہیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب والا! میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ کتنے افسوس کی بات ہے، میرا سوال قانون، انصاف اور پارلیمانی امور کی وزارت سے ہے اور کتنی بے انصافی کے ساتھ انہوں نے جواب دیا ہے۔ میں نے سینیٹ کے الیکشن کے طریقہ کار کے بارے میں پوچھا تھا تو انہوں نے سینیٹ الیکشن کے لیے voting کے طریقہ کار کے بارے میں بتایا ہے۔ انہوں نے ہمیں ایسے سمجھا ہے گویا ہم چھوٹے بچے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہم یہ بات نہیں مانتے، سینیٹ کے direct election کروا دیں، سب سے جان چھوٹ جائے گی۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب والا! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ انہیں ہدایات بھی دیں کہ یہ صحیح جوابات دیا کریں۔ جناب والا! یہ Law, Justice and Parliamentary Affairs کی وزارت ہے، کوئی مذاق نہیں ہے۔ وزیر صاحب بھی نہیں آئے ہیں، اس کے علاوہ جواب بھی غلط دیا ہوا ہے، میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اسے defer کریں اور ان سے صحیح جواب منگوائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے ہم اسے defer کرکے درست کروا دیں گے۔ دعا مانگیں کہ سینیٹ کے direct election ہو جائیں تو پھر ہمارے لوگوں کے لیے آسانی ہو جائے۔ شکریہ۔

سید نوید قمر (وزیر برائے پانی و بجلی): جناب والا! میں تھوڑا سا وقت لوں گا۔ The next two items on the addenda are regarding a Bill that I had to move in the House. However, since we need to clarify some of the issues with the members, I would just request you to defer it for a day or two, till such time that I will be able to present this Bill.

Mr. Acting Chairman: But you will have to bring the Bill again within this Session.

سید نوید قمر: جی جناب .within this Session

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ ممبران سے میٹنگ کر لیں، get it clarify, we are here till 31st کیا پتا ہم over shoot بھی کر دیں۔

Syed Naveed Qamar: O.K Sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب! گیس تو عاصم صاحب کے حوالے ہے اور بجلی آپ کے پاس ہے، آپ ہمیں بھی کچھ حصہ دیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! وزیر صاحب نے اس Bill کے متعلق کہا ہے کہ وہ آج اس کو پیش نہیں کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی انہوں نے کہا ہے کہ مجھے تھوڑا وقت دیں، میں اسی اجلاس میں اس کو پیش کروں گا۔ اس کے متعلق کچھ چیزیں ممبران سے clarify کرانی ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! پھر ہمیں بھی وقت دیں کہ ہم بھی اس میں amendments دے دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ لوگ آپس میں بیٹھ کر طے کر لیں۔ Naveed Qamar Sahib you are not going abroad tomorrow تو کل آپ میٹنگ بلالیں۔

(مداخلت)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ ہمیں allow کریں کہ ہم اس میں amendments دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ amendments دے دیں کیونکہ جب وہ وقت مانگ رہے ہیں تو آپ کے پاس بھی وقت ہے۔

(جاری-----T11)

T11−24Jan2012 Ashraf/Ed. Altaf Er.3 0640

سینیٹر حاجی محمد عدیل: پھر ہمارے پاس اتنا ٹائم ہے کہ ہم اس میں اپنی amendments دیں؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ آپس میں بیٹھ کر طے کر لیں۔ میرا خیال ہے نوید قمر صاحب! you are not going to abroad tomorrow.

سید نوید قمر: نہیں جی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: تو کل آپ meeting بلالیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: کس کی meeting بلائیں گے جی؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ کہتے ہیں کہ clarification انہی دنوں میں کر دیں، صرف دو تین دنوں میں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ ہمیں allow کریں کہ اس میں ہم amendment دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے دے دیں، دے سکتے ہیں آپ

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ allow کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاں آپ دے دیں - وہ timeمانگ رہے ہیں۔ جب وہ timeمانگ رہے ہیں تو آپ کے پاس بھی amendment کا time ہے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ Water & Power کے Minister Sahib ہیں۔ اس دفعہ انڈسٹری کے ہر بل پر پانچ پانچ، چھ چھ لاکھ روپے سرچارج لگایا گیا ہے۔ اب اس کا مقصد کیا ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ کیا مقصد ہے۔ ہمارے چیمبر والوں نے کل بھی شور مچایا اس بات پر کہ یہ کیوں انڈسٹری پر لگایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ چیزیں آپس میں طے کر لیں - نوید قمر صاحب نے request کی ہے تو اتنی گنجائش ہمارے میں بھی ہے کہ آپ آپس میں یہ چیزیں settle کر لیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: نہیں جناب، وہ بات الگ ہے۔ یہ جو بجلی کے بلوں پر اتنا سرچارج آیا ہے ، یہ سارے پاکستان کی انڈسٹری پر آیا ہے۔ یہ تو زیادتی ہے۔

سینیٹر عبدالرازق: یہ انڈسٹری پر ایک نیا ڈرون گرا ہے۔ امریکن ڈرون کا تو ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے لیکن اس کا تو ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ دیسی ڈرون ہے۔ یہ بڑا interesting ہے۔ آپ جتنے allies ہیں، KESC کے ملازمین کے لیے، یہ بڑی interesting چیزیں ہیں۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: عوام پر دکھ سکھ کے allies نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نوید قمر صاحب! وہ چاہتے ہیں کہ points of order پر آپ ادھر رہیں - بل کو علیحدہ کریں اور ان کو جواب دیں۔

سید نوید قمر: نہیں sir نہیں .please

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں، آپ نے یہ suddenly raise کر دیا ہے تو نوید قمر صاحب موقع پر موجود ہیں۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: Sir یہ بڑی مشکل سے ادھر آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ تو سارا دن ادھر ہی ہوتے ہیں۔ یہ ہاتھ سے نکل ہی نہیں سکتے، یہ کدھر جائیں گے؟

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یہ جو قرضہ لے رہے ہیں وہ ان consumers سے وصول کیا جائے گا جو بل pay کرتے ہیں۔ لگتا ہے کہ واپڈا اور اس کے ادارے چوروں کے ساتھی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نوید صاحب! دو منٹ بیٹھ جائیں میں leave applications لے لوں۔

سید نوید قمر: جناب میں جواب دے دوں کیونکہ یہ issues raise ہو گئے ہیں تو .let me respond

Mr. Deputy Chairman: with the request of the Minister of Water and Power

وہ آپ کو اعتماد میں لینا چاہتے ہیں، میرا خیال ہے وہ جواب دے رہے ہیں۔

Syed Naveed Qamar: I am sorry that the issue is being raised on the floor in this manner…….

(interruptions)

Syed Naveed Qamar: Professor Ibrahim Sahib! please.

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ انہوں نے بیان کر دیے ہیں۔ تین طرف سے تیر آکر تو ان کو لگے ہیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ایک منٹ، نوید صاحب! if you allow me please مجھے leave applications پڑھ لینے دیں۔ پانچ منٹ بیٹھ ہی جائیں۔ جہاں جانا ہے، دس منٹ لیٹ ہو گئے تو خیر ہے۔ آج ہم وہ غزل کہیں گے کہ جانے کی ضد نہ کرو، یوں ہی پہلو میں بیٹھے رہو۔ (مسکرا کر)

Mr. Acting Chairman: Leave applications.

جناب قائم مقام چیئرمین: نواب زادہ محمد اکبر مگسی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب محمد کاظم خان ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 23 جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر پائے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان نے بعض سرکاری مصروفیات کے باعث مورخہ 17,18, 20 and 25 January تا 3 فروری تک ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب عبدالنبی بنگش صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 19 سے 24 جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب محمد طلحہ محمود ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 19 and 20 جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر پائے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی محمد عدیل ناسازیء طبیعت کی بنا پر مورخہ 23 جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر پائے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: میر محمد علی رند نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 23 سے 27 جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: صابر بلوچ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 23 اور 24 جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ فرح عاقل صاحبہ مورخہ 23جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر پائی تھیں اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب مولا بخش چانڈیو نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری مصروفیات کے باعث مورخہ 23 اور 24جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے

جناب قائم مقام چیئرمین: چنگیز جمالی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ کوئٹہ میں ہیں اس لیے مورخہ 23 اور 24جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی قائد حزب اختلاف please. جی مولانا صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈرون حملے شروع ہوگئے ہیں اور تسلسل کے ساتھ۔ جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ پارلیمنٹ نے بھی حملہ کرنے والے ڈرون گرانے کی منظوری دی تھی۔ حکومت اور آرمی نے بھی بڑے فیصلے کیے اور بڑے اعلانات کیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ point of order پر ہیں یا نوید قمر والے مسئلے پر؟

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: نہیں، میں اس پر نہیں ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نوید قمر صاحب کے مسئلے پہلے حل نہ کر لیں؟

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: کر لیں، کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کیونکہ یہ ابھی ضروری ہے بجلی وغیرہ public interest کی چیزیں ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: رضا ربانی صاحب! آپ please kick off کریں۔ Please make it short.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, if I can have the attention of the honourable Minister.

Mr. Acting Chairman: He always has your attention, everybody has your attention.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, so kind, Sir,

میں Minister Sahib کی توجہ KESC کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ ان کو اس کا اچھی طرح علم ہے کہ ان کا ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں حکومت سندھ اور گورنر سندھ بھی وہاں کی لیبر یونین کے ساتھ شامل تھے۔ KESC کی لیبر کش management وہ agreement اب پورا نہیں کر رہی۔ انہوں نے پانچ سو سے زائد ملازمین کو فارغ کرنے کی بات کی ہے۔ پرسوں کی تاریخ میں کراچی شہر میں سندھ حکومت نے ملازمین پر لاٹھی چارج کیا۔ ہم اس act کو سختی سے condemn کرتے ہیں کہ مزدوروں پر پیپلز پارٹی کی حکومت میں لاٹھی چارج ہو لیکن اس کے بعد اگلے دن management نے پھر کہا کہ ہم ان لوگوں کو نوکریوں سے فارغ کریں گے جو لوگ voluntarily retirement نہیں لیں گے لہذا KESC نے اپنی دوسری contractual commitments کو بھی پورا نہیں کیا۔ یہ یہاں پر پہلے بھی مطالبہ آچکا ہے کہ KESC نے جو پیسے لگانے تھے وہ نہیں لگائے۔ وہ کراچی میں بجلی فراہم کرنے میں totally ناکام ہیں۔ وفاقی حکومت اور اس کے مختلف ادارے جو fuel لے رہے ہیں اس کے پیسے بھی نہیں دے رہے اور اپنے تمام تر profits ملک سے باہر بھیج رہے ہیں لہذا میری آپ کے توسط سے Minister Sahib سے استدعا ہے کہ وہ management کو فوری طور پر take over کریں اور مزدوروں کے ساتھ KESC کی management اس وقت جو ظلم کر رہی ہے اسے فوری طور پر بند کروائیں۔

Mr. Acting Chairman: Thank you, Prof. Ibrahim Sahib.

پھر بعد میں شاہ صاحب سے کہوں گا کہ وہ مفصل جواب دیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: شکریہ جناب، جناب چیئرمین! جناب الیاس بلور صاحب اور جناب حاجی عدیل صاحب نے جس مسئلے کیطرف اشارہ کیا ہے۔ وہ میں تھوڑی تفصیل سے بتانا چاہتا ہوں۔

اکنامک کوآرڈینیشن کمیٹی میں جناب عبدالحفیظ شیخ صاحب کی سربراہی میں یہ فیصلہ ہوا ہے اور یہ پی ٹی وی کی ویب سائٹ سے میں نے لیا ہے۔

It asked the Ministry of Water and Power to issue binding policy guidelines to the National Electric Power Regulatory Authority, (NEPRA) to increase power tariff so that the interest could be recovered from consumers. Under the decision the government will take

over Rs.160 billion power sector loans and sell them to a consortium of commercial banks in the form of five years term finance certificates to be issue by the Pakistan Power Holding Companies. A government subsidiary against sovereign guarantor of the federal government, the banks will charge about 12.6% interest on the loans.

جناب چیئرمین! جس طرح میرے فاضل دوستوں نے یہ بتایا کہ جو بل ادا کرتے ہیں ان سے بل کے علاوہ یہ interest بھی وصول کیا جائے گا اور government عوام کو قصداً اور عمداً مجبور کر رہی ہے اس بات پر کہ وہ بھی چوری شروع کر دیں کیونکہ چور تو بالکل scot free جارہے ہیں اور جو چوری نہیں کر رہے اور جو بل ادا کر رہے ہیں ان سے لیا جائے گا۔

میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ وہ اپنی کرپشن میں ، وہ اپنی شہ خرچیوں میں اور فضول خرچیوں میں کمی کریں اور خدارا! یہ loan نہ لیں اور یہ interest عوام سے وصول کرنا بالکل غلط ہے۔ پھر بجلی چوری بالکل جائز ہو گی۔ عوام کو پھر یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ جس طریقے سے بجلی استعمال کرنا چاہیں ، کرتے رہیں۔

آگے____T12___

T12−24Jan−2012 Er−11 Time 6.50 Mahboob Khan/Ed.Rauf

Mr. Acting Chairman: Senator Tahir Hussain Mashhadi.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you Mr. Chairman. Sir, I will like to draw the attention of the honourable Minister to the pitiable condition of the masses with regard to No.1 no electricity is being supplied. The long long hours of load shedding. Then, of course I will like to add my voice to that of Senator Mian Raza Rabbani regarding the affairs or misaffairs or mismanagement and corruption and nepotism and carpet beggars type of trade that they are indulging in because purely trade is the name. They are not indulging in any type of service to the people of Karachi, this KESC management should put on ECL so that they do not run away with the loot of the Pakistani people that they are collecting with both hands. In addition to that the honourable

Minister may please look into it it is the government of the Peoples Party and the coalition partners ANP, MQM and the Pakistan Muslim League, we are all pro people, pro public parties and we don't like this extra burden.

Now, in the form of fuel adjustment charges, in the form of television fee the bills are inflated and then they are sent on the last few days of the month so that every body is supposed to pay the late fee. So, they are being fleeced, the poor people, the poor people of Pakistan are being fleeced from all angles, as far as, this electricity billing is concerned. And now to add insult to injury, to add to the miseries of the over burdened people of Pakistan, they have come out with a fantastic idea that the loans taken by the Government, to ease the circular debt, the interest of that loan which is in billions and billions of rupees is to be passed on to the consumer. Now, that will add to the misery of the people because it will add to the bills. Then, today's newspapers have given us another good news that they are going to raise the price of petroleum by 5 to 6 rupees. That will also be added in the fuel adjustment charges. So, then the proverbial, the last straw which broke the camel's back has come, the people are forced to come into the streets. The people will be forced to tear up their bills. The people will be forced to set fire to these industries and then even the most popular parties like the one with coalition will not be able to control the masses and the honourable Minister must look into it and give us a guarantee that all these additional charges in the form of surcharges and other charges and bhatta will not be charged from the people of Pakistan in electricity bills. Thank you.

Mr. Acting Chairman: Bilour Sahib. Please make a short comment.

کیونکہ میں نے منسٹر صاحب کو روک لیا۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! وزیر صاحب بڑی مشکل سے ہاتھ آتے ہیں، ان کو ذرا پانچ، دس منٹ بیٹھنا چاہیے۔ ہم بھی روزانہ آتے ہیں۔ جناب والا! سیدھی سی بات ہے، دو باتیں ہیں۔ سب سے پہلے KESC ہے۔ KESC کے denationalization سے پہلے جو حالات تھے ان میں اور آج کے حالات میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ That was being run by a Brigadier اور وہ اکیلا آدمی چلا رہا تھا اور اس کے وقت میں اتنی تباہی نہیں تھی جو آج تباہی ہے اور اس کو پھر denationalize کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ جس نے commitment کی تھی کہ میں اتنے پیسے invest کروں گا، یہ کروں گا، وہ کروں گا۔ کیوں حکومت اس پر سوئی ہوئی ہے؟ کیوں حکومت اس کو پیار کی نظر سے دیکھتی ہے؟ ایک تو اس نے مزدوروں کو نکالا۔ پرسوں ہم نے اس پر walk out بھی کیا اور دوسرا وہ کراچی کو بجلی بھی بالکل نہیں دیتا۔

دوسرا سب سے بڑا item جو ہے جیسا کہ پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب نے کہا کہ یہ کاہے کی بات ہے۔ آج آپ اخباروں میں پڑھیں، آپ کی export already decline پر ہے، import بہت زیادہ بڑھ رہی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ مجھے یہ بتائیں کہ یہ cost of production کس جگہ پر پہنچے گی اور انڈسٹری کو جس طریقے سے یہ bills دیے جا رہے ہیں، ان کو industrialist کیسے pay کرے گا اور اس کی قیمت کہاں جائے گی اور وہ consumer سے کیسے لے گا؟ جب consumer سے لے گا تو consumer اٹھے گا نہیں؟ کیا وہ شور نہیں مچائے گا؟ کس طریقے سے ہم لوگ industries چلائیں گے؟ اگر آپ پاکستان کی ساری industries بند کرنا چاہتے ہیں تو الگ بات ہے۔ Already بجلی کی لوڈشیڈنگ ہے انڈسٹری میں، Already گیس کی لوڈشیڈنگ ہے انڈسٹری میں

Already prices have gone up like anything and the petroleum prices today, as has been learnt in paper that they are going to be increased further.

اگر ایک پیٹرول کی قیمت آپ بڑھاتے ہیں تو اس کے ساتھ ہر چیز کی affect ہوتی ہے، تو غریب آدمی کہاں جائے گا؟ یا تو کہیں کہ غریب آدمی اس ملک میں رہے ہی نہ، یا تو غریب آدمی کو ختم کر دیں۔ یہ غریبوں کی حکومت ہے، ہم لوگ politically elected ہیں۔ ہم لوگوں کے پاس جب ووٹوں کے لیے جاتے ہیں، ہم خالی سینیٹر نہیں ہیں، ہم ووٹ کے لیے بھی لوگوں کے پاس جاتے ہیں، جب اپنے بھائی کھڑے ہوتے ہیں تو ان کے لیے ووٹ مانگنے لوگوں کے پاس جاتے ہیں، ایک ایک دروازے پر جاتے ہیں تو ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے کہ ہماری حکومت تھی، ہم coalition partners تھے، ہمارے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ یہ عوام کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ٹھیک ہے

اس میں ہمارے نوید قمر صاحب کا کوئی قصور نہیں، NEPRA ایک الگ ادارہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں لیکن ہم کس کے آگے روئیں، اگر نوید قمر کے آگے نہ روئیں تو اور کس کے آگے روئیں۔ اسی کے آگے تو رو پڑتے ہیں۔ NEPRA کدھر سے آئے۔ ہم NEPRA کے چیئرمین کو اٹھا کر تو نیچے نہیں لاسکتے وہ تو یہاں اس ایوان میں ہمیں جواب نہیں دے سکتا۔ ہمیں جواب تو نوید قمر صاحب نے دینا ہے۔ فنانس منسٹر تو یہاں آتے ہی نہیں کہ ان سے انسان پوچھے کہ کس طریقے سے آپ یہ قیمتیں بڑھا رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں؟ What does it mean? مجھے سمجھ نہیں آتی کہ قوم کو یہ دکھانا کیا چاہتے ہیں؟ ہم لوگوں کو کیا دکھانا چاہتے ہیں جس طریقے سے قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ آپ کا شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر حاجی محمد عدیل۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کی اجازت دی۔ زندگی میں پہلی مرتبہ میں کرنل مشہدی صاحب کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے صحیح کہا ہے اور سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکر الحمدللہ کہ اے این پی اور ایم کیو ایم آپس میں چار سال کے بعد understanding پیدا کر رہے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں نے ایم کیو ایم نہیں صرف کرنل مشہدی کہا ہے۔ یہاں ایوان میں مشرف کے خلاف ایک قرارداد مشترکہ پاس ہوتی ہے، باہر جا کر کہتے ہیں کہ میں نے دستخط نہیں کیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ موضوع کی طرف آئیں، آپ دوسری طرف کیوں کنڈا لگا رہے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! بات یہ ہے میرے دوستوں نے بھی کہا ہے اور میں نے ٹی وی پر بھی دیکھا اور اخبار میں بھی پڑھا ہے کہ لوگ بجلی چوری کرتے ہیں اور ان کو bill نہیں دیتے ہیں۔ اب ان کے پاس circular debt ہے وہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اب یہ کہتے ہیں کہ قرضہ دیں، میرے خیال میں فنانس والوں نے آپ کو انکار کیا ہے کہ بینکوں سے لیں ۔ اب اس کا جو interest ہے وہ لوگ ادا کریں گے جو باقاعدگی سے bill دے رہے ہیں۔ یہ تو بڑا عجیب ہے کہ چوری کوئی اور کرتا ہے اور سزا ان کو ملتی ہے جو bill دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ فاٹا کے حوالے سے یہ کہا جاتا ہے کہ فاٹا میں بجلی چوری زیادہ ہوتی ہے اور bill نہیں ملتے لیکن جناب والا! میں نے ایک مرتبہ پہلے بھی کہا تھا کہ جب فاٹا میں کوئی سامان خوراک، دوائیں وغیرہ داخل ہوتا ہے تو فاٹا کا ہر آدمی electricity tax کے نام سے payment کرتا ہے اور وہ کہاں جاتی ہے، وہ حکومت لیتی ہے۔ یہ وفاقی حکومت کے under ہے، ہمارے under نہیں ہے۔ فاٹا کے ممبران بیٹھے ہیں، فاٹا کے اندر جو چیز پاکستان سے داخل ہوتی ہے تو اس پر بجلی کا ٹیکس لیا جاتا ہے۔ اب وہ ٹیکس کہاں جاتا ہے، پولیٹیکل ایجنٹ لے جاتا ہے، گورنر تک جاتا ہے، مجھے نہیں پتا۔ سوال یہ ہے کہ فاٹا کے لوگوں سے وہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اور وہ ٹیکس اس لیے وصول کیا جاتا ہے کہ فاٹا کے متعلق شکایت ہے کہ وہ bill نہیں دیتے ہیں، وہ تو already payment کر رہے ہیں۔ نوید صاحب وفاقی حکومت کے وزیر ہیں اور فاٹا وفاقی حکومت کے under ہے۔ آپ پتا کریں کہ وہ پیسا جو پولیٹیکل ایجنٹ لیتا ہے وہ کس کے پاس جاتا ہے۔ میرے خیال میں وہ چلتا ہے، کمشنر کو ملتا ہے، کمشنر کے بعد وہ گورنر تک جاتا ہے، پتا نہیں کہاں کہاں تک جاتا ہے۔ تو آپ پتا کریں کہ وہ پیسا کدھر جاتا ہے جو فاٹا کے لوگوں سے بجلی کے نام پر لیا جاتا ہے۔ میرے بھائی الیاس احمد نے درست کہا، ہم عوام کے پاس جاتے ہیں، میں کئی الیکشن لڑ چکا ہوں، الیکشن جیتا بھی ہوں، پارٹی نے حکم دیا یہاں آیا ہوں، کل حکم دے گی تو پھر الیکشن لڑوں گا---

آگے ٹی ۱۳

Sial/Rauf(Ed.) T13-24Jan2012 ER1 7.00

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جاری--- پارٹی نے حکم دیا تو یہاں آیا ہوں، کل حکم دے گی تو پھر الیکشن لڑوں گا۔ ہم عوام کے پاس کیا منہ لے کر جائیں گے۔ جناب! میرے خیال سے تین مہینے سے گیس صبح دس بجے سے لے کر رات دس بجے تک نہیں آرہی اور جو میرا بل آیا ہے، ساری زندگی میں اس سے زیادہ بل کبھی نہیں آیا۔ اب گیس بھی نہیں آتی اور بل بھی زیادہ ہوتا ہے، یہ تو حال ہے۔ یہی حال بجلی کا ہے۔ میں نے ایک دن پہلے بھی کہا تھا کہ ہمارے lodges میں جو بل drop کیا گیا اس وقت اس پر last date تھی۔ یہاں سوال یہ ہے کہ آپ بل pay کرنے کے لیے ہمیں 15 دن کی provision تو دیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ مہینے کے آخر میں بل آتے ہیں اور اس pay کرنے کی گنجائش صرف دو یا تین دن کی ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ بل کو pay کرنے میں ایک دن کی late کر دیں تو پھر پورے سال کا 15% جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ جناب! یہ عجیب قانون ہے۔ ہر شخص کا اپنا قانون اور اپنی بادشاہی ہے۔ جناب! یہ NEPRA وغیرہ کیا

ہیں، یہ انہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اب یہ ایک اور ادارہ بنا رہے ہیں جس کے لیے آج انہوں نے بل پیش کرنا تھا، جو 18th Amendment کے خلاف ہے۔ اب private sector کو مزید کنٹرول کرنے کے لیے ایک اور واپڈا بنایا جا رہا ہے۔ ایک واپڈا ہمیں تباہ و برباد کر چکا ہے اب یہ نیا واپڈا بنانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ Council of Common Interests سے pass ہو چکا ہے، نیشنل اسمبلی سے بھی پاس ہو گیا لیکن ہم اس کی مخالفت کریں گے کیونکہ 18th Amendment کے تحت provincial matters کو یہاں نہیں آنا چاہیے۔ اگر private sector electricity میں کوئی اپنی development کرنا چاہتا ہے تو یہ صوبوں کا کام ہے۔ آپ ایسا بل کیوں بنا رہے جو provincial autonomy کے خلاف ہے۔ ہم حکومت میں ہوتے ہوئے بھی اس کی مخالفت کریں گے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پروفیسر خورشید احمد صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ اس مسئلے پر مختلف ارکان نے جملہ پہلوؤں کو cover کر لیا ہے۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا، میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ energy کا جو crisis ہے یہ ملک کی معیشت اور ملک میں عام لوگوں کی زندگی اور رہن سہن کو بری طرح متاثر کر رہا ہے اور چار سال ہو گئے ہیں کوئی موثر قدم اب تک حکومت نہیں اٹھایا ہے، روز بروز حالات خراب ہو رہے ہیں اور قیمتیں بڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ یہ عوام سے کس چیز کا انتقام لے رہے ہیں اور آئندہ یہ اس ملک میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بڑی پریشان کن صورتحال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وزیر صاحب کھلے دل سے ہمیں بتائیں کہ ان چار سالوں میں انہوں نے کیا کیا ہے اور اس کے نتائج کیا نکلے ہیں اور current صورتحال کہا جا رہی ہے۔ اصولی طور پر یہ بات بہت غلط ہے کہ circular debt کو capitalize کیا جائے اور اسے sensitize کر کے مزید loan حاصل کیا جائے اور سود ان users سے charge کیا جائے جن کا اس کے اندر کوئی ہاتھ اور قصور نہیں ہے۔ یہ انصاف کے بھی خلاف ہے، یہ معاشی اعتبار سے تباہ کن ہو گا، یہ consumers کے لیے ایک سزا ہے۔ شرعاً بھی ایک clear violation ہے۔ اس لیے کہ اس طریقے سے سود کو عام شہریوں کے اوپر unload کرنا غلط ہے جو سود کو حرام سمجھتے ہیں اور نہیں دینا چاہتے۔ آپ انہیں کہاں لے جانا چاہتے ہیں اور کیا دکھانا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں فوری طور پر پالیسی کو بدلنے کی ضرورت ہے جو ان کی غلطیاں ہیں جس میں corruption ہے، mismanagement ہے، timely response نہیں ہو رہا ہے اور جس میں بڑے بڑے projects اس لیے رکے ہوئے ہیں کہ ان کو اپنی مطلوبہ

commissions نہیں مل رہیں یا اور قیمت بڑھا رہے ہیں لیکن قوم اس سے suffer کر رہی ہے۔ اسے بدلنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی رضا ربانی صاحب کے point کی تائید کرنا چاہتا ہوں کہ KESC کی performance so-called privatization کے بعد سے خراب سے خراب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ نہ انہوں نے وہ پیسا دیا ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا، تین سال سے بجٹ میں 700 million کی رقم آ رہی ہے اور وہ جاری کر رہے ہیں، ادھر نہ supply ٹھیک ہو رہی ہے، نہ investment اور innovation ہو رہی ہے، قیمتیں برابر بڑھ رہی ہیں اور اس کے بعد مزدوروں کے اوپر بہت سختیاں کی جا رہی ہیں۔ یہ وعدے کرتے ہیں، پھر وعدہ خلافیاں ہوتی ہیں، یہ بڑا ہی خطرناک کھیل ہے اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں بلکہ میاں صاحب کو داد دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے Peoples Party سے وابستہ ہونے کے باوجود اپنے ضمیر کی آواز کا اظہار کیا اور Peoples Party کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں، دونوں نے جو رویہ اختیار کیے ہوئے ہے وہ highly condemnable ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ اس بارے میں اپنا رویہ بدلیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی عبدالحسیب خان صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ میں گورنمنٹ کا حصہ ہوں اور اپنے اوپر الزام لگا رہا ہوں۔ یہ تین الزامات ہیں جن کا جواب آنا چاہیے لیکن اگر یہ آج جواب نہیں دے سکتے تو آئندہ کسی دن ہاؤس میں جواب دے دیں کیونکہ یہ جرم ہے جو گورنمنٹ کے اوپر libel کیا جا رہا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اگر libel law کسی شخص کے کیس میں apply نہ کیا جا رہا ہو تو اس کا جواب کون دے گا، چاہے اس پر اگر لاٹھی چارج کیا جا رہا ہو، جو بھی کیا جا رہا ہو؟ اس کا کیا ہو گا؟ میں بھی ایک کمیٹی کا ممبر تھا۔ اس میں ایک agreement draft ہوا، میں نے اس میں بڑا active part ادا کیا، اس کا کیا ہوا؟ یہ کون دیکھے گا؟ یہ جرم ہے کہ اگر آپ اپنے libel laws کو apply نہ کر سکتے ہوں۔

وزیر صاحب! آپ بھی اسے نوٹ کر لیں کہ 3400 Mega Watts کراچی کی installed capacity ہے، اس 3400 Mega Watts سے آپ 1400 سے 1500 Mega Watts کیوں produce کرتے ہیں اور باقی کو produce نہیں کرتے۔ اس کے لیے صرف admission کافی نہیں ہوتا کہ ہم ڈیزل پر نہیں چلا رہے اور ہمیں گیس نہیں مل رہی، اس کے علاوہ بہت سی باتیں ہیں جن کا انہیں جواب دینا چاہیے۔

دوسری بات جو بہت اہم ہے کہ KESC نے بینکوں سے قرضہ لیا ہوا ہے against the fixed assets of KESC. کل جب آپ agreement ختم کر دیں گے تو انہوں نے جو پیسا بنکوں سے لیا ہوا ہے وہ کون واپس کرے گا؟

تیسری بات یہ ہے کہ وہ جو profit یہاں سے لے کر جاتے ہیں ، loan بھی لے رہے ہیں، at the same time profit بھی باہر لے کر جارہے ہیں، اس کو کون check کرے گا؟ جناب! میرے یہ تین سوال اسی حوالے سے ہیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب، آپ کے بعد نوید قمر صاحب کو floor دیا جائے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! KESC کے بارے میں رضا ربانی صاحب نے اور میرے دوسرے ساتھیوں نے جو کچھ کہا میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ میرے خیال میں وزیر صاحب کو اب اعتراف کر لینا چاہیے کہ یہ اس کے control میں نہیں ہے۔ یہ ایک آزاد ادارہ ہے۔ جناب! KESC کے انچارج کو لشکری رئیسانی نے Privileges Committee میں بلایا تھا اور اس نے وہاں صاف کہہ دیا تھا کہ نہ میں وزیراعظم کو مانتا ہوں اور نہ وزیر صاحب کو۔ ہم نے سیکرٹری واپڈا اور وزیر صاحب کو بھی بلایا تھا انہوں نے بھی اپنی بے بسی کا اظہار کیا کہ ہم اس چیز کو کمیٹی کے سامنے نہیں لاسکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کے متعلق الگ قانون سازی کرنی پڑے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہ کسی کو نہیں مانتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مکران کے لیے 70 Mega Watt کا معاہدہ ہوا تھا، ہم نے MD PEPCO سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ کام complete ہے۔ جناب لشکری رئیسانی اور میں نے اسے کہا کہ آپ ہمیں اس کی opening کے لیے کوئی date دے دیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ منسٹری اس کے لیے follow up نہیں کر رہی۔ لوگ بہت پریشان ہیں۔ پہلے جو اتنی delay ہوئی اس کے لیے وہاں لوگوں نے ہمیں بڑی ملامت کی اور ہم سے ناراض ہوئے کہ ہم نے ان سے جھوٹ بولا۔ وزیر صاحب مجھے اس کے متعلق بتائیں یہ تو بہت کم available ہوتے ہیں، آج ملے ہیں تو ہمارے لیے بڑی غنیمت ہے۔ یہ ہمیں بتائیں کہ وہ اس کی افتتاح کی date ہمیں کب دیں گے۔ بلوچستان کا مکران پہلا ڈویژن ہو گا جہاں load shedding نہیں ہو گی اور یہ اعزاز وزیر صاحب کو ہی جائے گا۔

میری ایک اور بات جو Chief Whip سے تعلق رکھتی ہے اور وہ تشریف فرما ہیں۔ ان کو دو issues دیے گئے تھے جس میں سے ایک کا تعلق ان سہولتوں سے ہے جو M.N.As and Senators کو دی گئیں تھیں لیکن وزیراعظم سے اس کی سمری ابھی تک approve نہیں کروائی گئی، کافی دوست retire ہو رہے ہیں اور یہ سہولتیں ان کے لیے passport and VIPs' treatment

کے متعلق تھیں۔ جناب! وہ کہتے ہیں کہ وزیر اعظم صاحب سے ان کی ملاقات نہیں ہو رہی ہے۔ جناب! یہ سینیٹ کی توہین ہے کہ اس کے Chief Whip کو بیس دن سے وزیر اعظم کی ملاقات کا وقت نہیں دیا جا رہا ہے۔ جناب! آپ خود اس کو دیکھیں اور وزیر اعظم سے اس کی سفارش کریں۔

ہمیں وزیر اعظم سے یہ بھی گلہ ہے کہ وہ سینیٹ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں، نہ وہ اس کے اجلاس میں آتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم کئی مرتبہ point out کر چکے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ آخر کار پاکستان کی سینیٹ کو ختم کرنا پڑے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ یہ کہیں کہ indirectly elected Senate کو ختم کرنا پڑے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ نے صحیح فرمایا۔ ہمارے ساتھ وزیر اعظم صاحب نے left over money کا وعدہ کیا تھا اور شیخ صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے implement کروائیں گے لیکن آج بھی میں نے ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ Monday کو اس کی وزیر اعظم صاحب سے ملاقات expected ہے، اگر نہیں تو ایک ماہ اور delay ہو گی۔۔۔۔

آگے ٹی 14۔۔

T14−24JAN2012 FAZAL\ZAIDI 7:10 UR7

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی جاری ہے۔۔۔۔۔ لیکن آج بھی میں نے پتا کیا ہے تو کہتے ہیں کہ شاید Monday کو ملاقات متوقع ہے۔ اگر نہیں تو ایک مہینہ پھر بھی delay ہو گا۔ چیئرمین صاحب! دوسرا جو اہم مسئلہ ہے کہ وزیر اعظم صاحب اپنے MNAs کو دس دس کروڑ اور پانچ پانچ کروڑ دے رہے ہیں اور یہاں پر بلوچستان کے ساتھ پھر زیادتی ہے کہ 22 سینیٹرز ہیں دو چار کے علاوہ کسی کو انہوں نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا ہے۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ پچھلے جون سے لے کر اس جون تک وزیر اعظم نے کس کس کو special funds دیے ہیں۔ ہم بھی ممبر ہیں، ہم جا کر باہر پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے دھرنا دیں گے۔ ہم نے سنا تھا کہ 2012 بلوچستان کا سال ہے جبکہ آپ نے دو چار سینیٹروں کے علاوہ کسی سینیٹر کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔ اس پر ہم احتجاج کرتے ہیں۔ یہ بلوچستان کے ساتھ ایک زیادتی ہے۔ وہ الفاظ اپنے واپس لیں جو 2012 بلوچستان کا سال ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، سید نوید قمر صاحب۔

سید نوید قمر (وزیر برائے پانی و بجلی): شکریہ، جناب چیئرمین۔ سب سے پہلے تو میں یہ گزارش کروں کہ یہ جو معزز ممبر نے شکایت کی ہے کہ ملتے نہیں ہیں۔ میں تو دو تین دن پہلے یہاں حاضر ہوا تھا۔ میرا ہی question hour تھا۔ So, I have been available to the Parliament اور جب National Assembly ہوتی ہے تو وہاں بھی حاضر ہوتا ہوں۔ Kindly this may be condoned in that sense.

جناب چیئرمین! اب جو مسائل اٹھائے گئے ہیں اس میں جس چیز پر زیادہ emphasize کیا گیا وہ debt swap کا issue ہے۔ ایک total misunderstanding کی basis پر یہ تمام issues raise ہوئے۔ جناب! جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ ملک میں circular debt کا مسئلہ ہے، جہاں پر ہمیں payments کرنی ہوتی ہیں power producers کو، power producers نے پھر اپنی payment آگے کرنی ہوتی ہے، جہاں سے انہوں نے قرضے لئے ہوتے ہیں Banks وغیرہ سے۔ پھر ہمیں onward circle میں بات چلتی ہے۔ اس سارے سسٹم کو گورنمنٹ نے unclog کرنے کے لئے کوشش کی، مختلف کمپنیاں جو ہمیں power supply کرتی ہیں وہ جب خود اپنی power produce کرنے کے لئے fuel supply وغیرہ لیتے ہیں تو اس کے لئے وہ بنکوں سے قرضہ لیتے ہیں at a certain interest rate, that interest is very much part of the cost of producing electricity. یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی نیا interest ہے جو کہ لگ رہا ہے کیونکہ اب وہ گورنمنٹ کے rate پر ملے گا تو وہ سستا ہوگا اس rate سے جو کہ اس وقت private companies, IPPs وغیرہ بنکوں سے لیتے ہیں۔ جو چیز ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ وہ قرضہ جو کہ ہم نے ان کو ہر مہینے pay کرنا ہوتا ہے، وہ ایک PHPL company ہے اس میں park کر دیا جائے گا کیونکہ اس circular debt کو آخر ہم نے pay کرنا ہی ہے اور وہ انہوں نے ہی pay کرنا ہے جنہوں نے یہ cause کیا ہے which is a distribution company.

پہلی بات یہ ہے کہ کوئی نیا interest نہیں لگ رہا ہے بلکہ at this rate interest میں کمی آ رہی ہے۔ If you want, we can sit down and have a full fledge discussion on the whole way the debt swap is taking place. چونکہ ہم ان کے debt کو اپنے اوپر لے رہے ہیں جو کہ ultimately ہم نے ہی pay کرنا ہے تو اس وجہ سے ہمیں کچھ formal permissions لینے کی ضرورت تھی جو کہ ECC نے دی ہیں۔ یہ debt swap جب ہو جائے گا تو وہی

payment جو ہم IPPs کو کرتے تھے اب ہم نے اس کا ایک حصہ بنکوں کو direct بھی دینا ہوگا۔ That is all, that is taking place but اس سے یہ ہوگا کہ Banking system بھی جو اس وقت clog ہوا ہے اس میں تھوڑی سی space آجائے گی تاکہ وہ اور بھی lending کرسکیں اور جو companies borrow کرکے پھر لیتی ہیں ان کو بھی ایک space مل جائے گا جو کہ اس وقت وہ under pressure ہے۔

اس کے علاوہ یہ جو concept ہے کہ consumers سے کوئی نیا interest charge کیا جائے گا، بالکل غلط ہے۔ یہ وہی interest ہے جو کہ ابھی بھی charge ہو رہا ہے۔ اس وقت one way or the other وہ charge ہو جاتا ہے۔ اس کو اس particular طریقے سے لیا جائے گا nothing more than that but as I said اس میں کیونکہ details ہیں کافی ساری تو معزز ممبر اگر چاہیں گے تو they can either call me in the Committee and I will bring my whole team. وہاں پر ہم briefing دے سکتے ہیں یا کوئی الگ فورم ہے تو اس پر بھی ہم briefing دے سکتے ہیں۔ اس سے tariff پر کوئی effect نہیں آرہا ہے۔

دوسری چیز جو KESC کے بارے میں کہی گئی ہے I think, by and large جو points of view raise کئے گئے وہ صحیح تھے۔ I tend to agree to them کہ workers کے ساتھ جو بھی agreements ہیں they have to honour those. اس کے ساتھ ساتھ Government کے ساتھ جو agreements ہیں they have to honour those as well. Both of them, to that extent, are sacrosanct.

تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف ادھر بلکہ ہمیں بھی to me also یہ commitment دیا تھا کہ nobody will be retrenched. پانچ سو لوگوں کو retrench کرنے کی بات ہو رہی ہے I think we will take it up with KESC and we will ensure کہ وہ enforce نہ ہو and nobody is retrenched at least as long as this Government is in charge of things. باقی labour laws apply ہوتے ہیں یا نہیں obviously, it is a provincial issue and I am sure that they should be applied.

جہاں تک ان کے loans کا اور nonpayment of Bills کی بات ہے اور ان کی اپنی installed capacity کو پوری طرح سے نہ استعمال کرنا بلکہ WAPDA system سے کوئی 650 میگاواٹ وہ daily basis پر لیتے ہیں۔ وہ بار بار ہم ان سے بھی raise کرتے ہیں اور NEPRA سے بھی raise کرتے ہیں as a regulator, it is their duty to enforce these issues and we have to make sure کہ وہ ان چیزوں کو چلائیں ورنہ تو ان کا لائسنس revoke ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! FATA کی بات ہوئی تو میں floor of the House of National Assembly پر بھی یہ کہہ چکا ہوں

anything that is charged in the name of electricity but is not an official fee that is paid to anybody in the WAPDA system, is not an electricity payment. There is no such agreement with WAPDA or PEPCO or TESCO or anybody else.

(Interruption)

Syed Naveed Qamar: Please madam, I am trying to answer questions in the same way.

جناب قائم مقام چیئرمین: ان کو جواب دینے دیں۔ مزے مزے سے جواب دیتے ہیں۔ ان کا مزاج ہے دھیرے دھیرے سے۔

سید نوید قمر: فاٹا کو اس لحاظ سے کوئی payment نہیں ہوتی۔ So whatever is being charged by local وہاں کے whoever, is not in lieu of electricity and billing system is being introduced. situation کے مزاج کے مطابق جو سسٹم کام کرے گا، اسی کو ہم ادھر install کریں گے لیکن جو بھی payment ہے وہ ادھر نہیں آتی۔ So it should not be taken as electricity payments.

I have investigated it, I have even taken this matter up with the Governor KPK that we have to sort this issue out. I have given instructions to my own company the TESCO also, to install a system over there.

جس میں ان کو پیسے آنا شروع ہوں TESCO کو بجائے اس کے کہ کہیں اور جائیں۔

مکران میں 70 میگاواٹ کی بات ہوئی۔ یہ درست ہے میں نے پچھلے ہفتے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔ معزز سینیٹرز یہ بار بار کہتے ہیں کہ Government اس میں interest نہیں لے رہی ہے۔ Government is fully committed to this.

(آگے ٹی 15 پر جاری ہے)

T15-24JAN2012 FAHEEM/ ED Mubashir 7:20 P.M. ER12

سید نوید قمر (وفاقی وزیر برائے پانی و بجلی): (جاری-----) مکران کی بات ہوئی، MW 70 کی۔ یہ درست ہے۔ بار بار ہمارے معزز سینیٹر حضرات یہ کہتے ہیں کہ حکومت اس میں interest نہیں لے رہی ہے۔ Government is fully committed to this. Unfortunately, جو تاریخیں ہمیں ملتی ہیں، جو آپ کو بھی ملی تھیں اور پھر ہمیں بھی ملی تھیں even at a higher level than the one at which they dealt, those commitments have not been met but obviously we keep on taking this issue up with the friendly countries. I have in fact sent the Chief Executive Quetta also to go and physically inspect that what is impediment کہ اس میں اتنا وقت کیوں لگ رہا ہے لیکن ان کو کچھ equipments install کرنی تھیں۔ Intially جو ان کا خیال تھا کہ اس سے کام چل جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اور وہ کام نہیں چلا because they have to convert the current from DC to AC. جس کی وجہ سے system میں complication آرہی تھی۔ We keep on getting new dates and now they are again saying کہ وہ ایک، دو مہنیوں میں install کر دیں گے بلکہ میں تو ان سے کہوں گا کہ جیسے پہلی مرتبہ آپ نے کوشش کی اور معاہدہ کرایا تو اب بھی وہ آپ کا ہی علاقہ ہے، آپ جائیں اور اس کو inspect بھی کریں اور کام کو آگے بڑھانے کے لیے کوشش بھی کریں اور ہماری مدد بھی کریں۔

جہاں تک surcharges کی بات ہوئی، yes, it is a fact that there is some fuel adjustment surcharges that have been added to the bills by NEPRA اور وہی اس کو notify کرتا ہے and it is based on the total energy mix that we have and the cost of fuel because جو پرانی fuel calculation تھی وہ 45000 per metric ton پر تھی اور اب 65000 per metric ton پر ہوئی ہے، So, that

raised the price of furnace oil and it has had a very large impact on the total fuel that is used for generating electricity اور وہ فرق آیا ہے پچھلے ایک یا دو مہینے کے دوران جس کی وجہ سے delay ہوئے ہیں۔ These are for the months of June and July. وہ اگست میں کرکے رک گئے تھے کیونکہ courts نے اس پر stay orders دیے تھے، وہ اب bills میں آرہے ہیں۔ So, that is having its impact in very large. Especially جو large scale users ہیں، جیسے industry ہے، تو اس پر substantial impact آرہا ہے لیکن as the fuel mix changes again, then these numbers will keep on going down. I know that these are the issues which have been raised and nobody is fully satisfied with the situation, as far as, the supply of electricity is concerned including myself. However, we are working on those. During this period that this Government has been in power, 3200 MW of electricity have been added to the system which by any normal reckoning should have filled the gap between the supply and demand but because of these additional factors, particularly, in terms of non−payment of bills and theft, therefore, the circular debt being raised so often. We are having difficulties. As far as load shedding issue is concerned presently because of the hydel generation is going down during this month because of canal closures. There was a substantial gap even though in winters, we should not have had that much of electricity shortage but now we are over that hump and Insha Allah this situation will substantially improve over the coming days. Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ Privilege Motion کو respond کون کرے گا ابھی۔ جی پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ایوان میں یہ وعدہ کیا گیا تھا جناب چیئرمین! کہ Tuesday کو ہم تمام ان نکات کا جواب دیں گے اور حکومت کا موقف کا بیان کریں گے جو میں نے اپنے Privilege Motion میں اٹھایا ہے۔ Privilege Motion کی بنا پر اگر حکومت جاگ گئی ہے تو مجھے خوشی ہے لیکن میرا مسئلہ وہ نہیں ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ دستور کی جس طرح مسلسل کھلی کھلی خلاف

ورزیاں کی جا رہی ہیں، Articles, 29, 154, 155 کا حوالہ دے کر میں نے بتایا ہے کہ directive principle state policy کیا ہے۔ 29ویں آرٹیکل سے لے کر 40ویں آرٹیکل تک ہے۔ اس کے بعد تھی .Council of Common Interest اس کی چھ مہینے کی Implementation Report. National Economic Council تھا، جس کی NFC Award اور پھر implementation report یہاں آنی چاہیے۔ یہ چاروں دستوری تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ 19 مہینے گزر گئے ہیں اور اب مجھ سے حکومت کے نمائندے آ کر یہ کہتے ہیں کہ ہم رپورٹ تیار کر رہے ہیں، ہمیں اور وقت دے دیں۔ میرا مسئلہ یہ نہیں ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ اس ایوان کے حق کو، اس کے ہر رکن کے حق کو سلب کیا ہے، جناب چیئرمین! میں چاہوں گا ایوان اس معاملے میں اپنی دو ٹوک رائے کا اظہار کرے تا کہ اس حکومت کو بھی ہوش کے ناخن لینے پڑیں اور آئندہ کی حکومتیں بھی یہ سمجھ لیں کہ ایوان کے جو تقاضے ہیں، اس کا جو استحقاق ہے، دستور کے جو مطالبات ہیں، وہ انہیں پورے کرنے ہوں گے۔ ایک طرف آپ housetop سے چیختے ہیں کہ پارلیمنٹ کی supremacy ہے اور صدر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پارلیمنٹ کو خیرات میں اختیارات دے دئیے ہیں اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں جن چیزوں کو بروقت آنا چاہیے وہ نہیں آتیں۔ یہ پارلیمنٹ کی ہتک اور توہین ہے، یہ پارلیمنٹ پر مسلسل حملے اور ڈرون حملے ہیں۔ ہم امریکہ کے ڈرون حملوں کی بھی بھرپور مذمت کرتے ہیں لیکن یہ جو پارلیمنٹ پر ڈرون حملے ہو رہے ہیں ہم اسکی بھی مذمت کرتے ہیں۔ اس لیے میں کہوں گا جناب چیئرمین! کہ اس معاملے میں آپ اور ایوان clear censure کریں اور اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی اسلام الدین شیخ صاحب۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! اس رپورٹ کے معاملے میں Council of Common Interest responsible ہے کہ وہ both the House کو پیش کرے اور یہ رپورٹ تقریباً تیار ہو چکی ہے، تقریباً نہیں بلکہ مکمل طور پر تیار ہو چکی ہے اور جو Council of Common Interest جو next sitting ہو گی اس میں وہ approve ہو گی اور approve ہونے کے بعد یہ دونوں ایوانوں میں lay ہو جائے گی۔ اس کے لیے میں نے جناب پروفیسر خورشید صاحب سے ابھی میں نے بات کی تھی کہ یہ تیار ہے اور یہ انشاء اللہ جو اگلی sitting Council of Common Interest کی ہو گی اس کے بعد دونوں ایوانوں میں پیش کر دی جائے گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں پہلی بات آپ سے یہ کہوں گا کہ ذرا آپ Article 29 نکال لیجیئے۔

(Followed by T16)

T16-24JAN2012 SAIFI/ ED Mubashir UR2 TIME 0730

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں پہلی بات آپ سے یہ کہوں گا کہ آرٹیکل 29 نکال لیجیئے۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: میں اس میں یہ عرض کر دوں کہ چار وزارتیں involve ہیں اور اس پر رات دن کام ہوا ہے۔ پوری رپورٹ تیار ہو چکی ہے لیکن جب تک Council of Common Interest کی میٹنگ اس کو approve نہیں کرے گی اس وقت تک وہ ہاؤس میں نہیں آئے گی۔ یہ مجھے writing میں آیا کہ وہ اپنی اگلی sitting میں اس کو approve کر کے نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں پیش کریں گے۔ یہ کافی لمبا کام ہے، چھوٹا کام نہیں ہے، چھوٹی رپورٹ نہیں ہے، اس میں چار وزارتیں involve ہیں اور وہ پورا کر کے ہاؤس میں پیش کر رہے ہیں۔ حکومت یہ نہیں کہہ رہی کہ ہم یہ نہیں دے رہے یا اس میں مزید delay ہے۔ صرف ان کی next meeting ہونی ہے وہ ایک ہفتے میں ہو جائے، آٹھ دن میں ہو جائے لیکن next session میں یہ lay down ہو جائے گی۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں آپ کی خدمت میں پھر یہ بات عرض کروں گا کہ یہ مسئلہ صرف Council of Common Interest کا نہیں ہے۔ میں چیف وہپ صاحب کو یاد دلاؤں گا کہ Council of Common Interests مرکزی حکومت کا ایک institution ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ یا authority ہے جو دستور کے تحت بنائی گئی ہے۔ جس کا چیئرمین وزیراعظم ہے۔ کونسل یہاں پر خود جواب دینے کے لیے نہیں آئے گی۔ یہ مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح Directive Principles of State Policy میں یہ مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دونوں Houses میں آکر رپورٹ پیش کرے۔ یہ مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ National Economic Council کی رپورٹ یہاں پر آئے۔ یہ Ministry of Finance کی ذمہ داری ہے NFC Award کی implementation کی رپورٹ یہاں پر آئے۔ دستور کے الفاظ بالکل صائب ہیں، اگر آپ سو رہے تھے، اگر آپ غافل تھے، اگر آپ نے دستوری ذمہ داریاں پوری نہیں کیں، then you must pay for that. اس لیے اب یہ بات کہہ دینا کہ اب ہم جاگ گئے

ہیں اور دن رات کام کر رہے ہیں یہ دھوکا دینے والی باتیں ہیں۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ اس معاملے میں House clear directive دے تا کہ حکومت کو بھی تنبیہ ہو اور آئندہ کے لیے بھی ایک صحیح مثال قائم ہو سکے۔ آپ ایک بار پھر الفاظ سن لیں، یہ کہتے ہیں

Article 29 clause 3; "In respect of each year, the President in relation to the affairs of the Federation, and the Governor of each province in relation to the affairs of his province, shall cause to be prepared and laid before [each House of Majlis−e−Shoora (Parliament)] or as the case may be, the Provincial Assembly, a report on the observance and implementation of the Principles of Policy, and provision shall be made in the rules of procedure of the National Assembly [and the Senate] or, as the case may be, the Provincial Assembly, for discussion on such report."

یعنی یہ ذمہ داریاں آج تک ایک بار بھی پوری نہیں کی گئی۔ دوسرا اب دیکھیے کہ Council of Common Interest کے بارے میں کیا ہے۔ Council of Common Interest کے بارے میں بھی بالکل صاف الفاظ میں یہ بات کہی گئی ہے۔

"The Council shall be responsible to the Majlis−e−Shoora (Parliament)"

it is responsible to the Parliament and shall submit an annual report to وہ کہیں باہر کی چیز نہیں ہے both the Houses of the Majlis−e−Shoora(Parliament).

اور آگے بڑھیئے۔ Article 153 Clause 4 National Economic Council اس کے بارے میں بھی صاف کہتے ہیں۔

Council shall be responsible to the Majilis−e−Shoora(Parliament) and shall submit an annual report to the each House of Majilis−e−Shoora(Parliament)

پھر آخر میں NFC Award دیکھیئے۔ جسے آئے ہوئے ڈھائی تین سال ہونے کو آرہے ہیں۔ وہاں پر بھی صاف لکھا ہوا ہے۔

The recommendations of the National Finance Commission together with an explanatory memorandum as to action taken thereon shall be laid before both Houses and the provincial assemblies.

ان تین سالوں میں ایک بار بھی نہیں آیا یہ سب Constitution کی clear violation ہے اور پارلیمنٹ کی بے توقیری ہو رہی ہے۔ بار بار ہم متوجہ کر رہے ہیں لیکن حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ آپ privilege motion accept کریں اور House censure کرے۔ پھر حکومت رپورٹ لائے، ہم چاہتے ہیں کہ رپورٹ لائے لیکن جو نہیں لائے تو اس کے لیے کم از کم سزا یہ ہے کہ اسے censure کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی شیخ صاحب۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جہاں تک معزز رکن صاحب کا سوال ہے میں اس سے agree کرتا ہوں اس میں delay ہوئی ہے لیکن یہ کہیں پر بھی تاثر نہیں ہے کہ حکومت اس کو پیش کرنے میں کوئی لیت و لعل کر رہی ہے یا کوئی چیز avoid کر رہی ہے۔ After the 18th Amendment اب کچھ چیزیں ایسی ہیں جس کی تیاری میں کچھ وقت لگا ہے۔ جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ اس کو انشاء اللہ next session میں چاروں رپورٹس دونوں Houses میں پیش ہو جائیں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ایک چیز کو accept کریں کہ report has been delayed. یہ please floor of the House admit کریں۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ delay ہوئی ہے لیکن اس میں حکومت کی کوئی بداعتمادی نہیں ہے یا حکومت نہیں چاہتی کہ یہ رپورٹ ہاؤس میں آئے۔ حکومت کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن اس میں delay ضرور ہوئی ہے اور delay بھی ہمارے ہاں کے سسٹم میں -----

جناب قائم مقام چیئرمین: سسٹم تو ہم نے اور آپ نے ٹھیک کرنا ہے۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: انشاء اللہ اس ہاؤس کے ممبران کے جو جذبات ہیں جب یہ چیزیں افسران تک جائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ وقت پر کام کریں گے۔ اس پر ہم بھی کوشش کریں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر صاحب وہ accept کر رہے ہیں کہ the report has been delayed, that the Constitutional requirement has not been met.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: وہ accept کر رہے ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ چیز ریکارڈ پر آئے اور سینیٹ کا فیصلہ اس issue پر سامنے آئے۔ ہم شیخ صاحب کی عزت کرتے ہیں اور تعلقات ہمارے ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے صحیح اعتراف کیا ہے کہ یہ نہیں ہوا لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت کا کام کیا ہے؟ حکومت کا کام یہ ہے کہ وہ دستور کے مطابق نظام حکومت کو چلائے۔ اسے mandate یہ نہیں دیا گیا کہ جس طرح چاہے اس کو چلاؤ۔ اس کا mandate صرف یہ ہے کہ دستور و قانون کے مطابق چلایا جائے۔ یہ رپورٹ تیار بھی نہیں ہوئی ہے اور میں ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے اظہار کروں گا کہ وہ اگلے سیشن میں یہ چاروں reports پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ ابھی یہ reports تیار ہی نہیں ہوئیں۔ یعنی directive principles کی جس میں ایک نہیں 29 سے 40 تک بارہ articles ہیں، ان articles کے اندر پچیس چیزیں ہیں اور انہوں نے ایک بار بھی کوشش نہیں کی ہے کہ اس بارے میں پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کریں۔ NFC Award کو آئے ہوئے تین سال ہو گئے، ہر سال رپورٹ آنی چاہیے تھی لیکن نہیں آئی۔ 18th Amendment کو پاس ہوئے بیس مہینے ہو رہے ہیں، یہ تین reports اس بنا پر آنی چاہیئے تھیں لیکن وہ نہیں آئیں۔ یہ ایک ہفتے میں یہ reports نہ تیار کر سکتے ہیں نہ لا سکتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ clearly آپ censure کریں اور پھر اس پر عمل کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! محترم پروفیسر صاحب نے بڑی اہم بات کی۔ نیشنل فنانس کمیشن کی رپورٹ bi-annual table ہونی چاہیے۔ پہلی جو پیش ہوئی تھی وہ دو سال بعد ہوئی تھی۔ اس وقت میں نے وزیر خزانہ کو کئی خط بھی لکھے تھے۔ جناب نہ میٹنگ ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے پروفیسر صاحب نے بڑی اہم بات کی اور جناب Chief Whip صاحب نے بات کی اس وقت یہاں پر کوئی وزیر نہیں ہیں۔ قائد ایوان بھی اس وقت موجود نہیں ہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ حکومت اگلی میٹنگ میں پیش کر دے گی۔ آپ ایک رولنگ دیں کہ آئندہ ایسا نہ ہو، اگر آئندہ بھی ایسا ہوا تو، تین چار سال میں تو ہم نے دیکھا ہے کہ آئین کے احکامات پر عمل نہیں ہوا۔ اب جب یہ بات آگئی ہے اور پروفیسر صاحب نے بڑے صحیح وقت پر بڑی صحیح بات کی، میں اس کو appreciate کرتا ہوں، آپ ruling دیں کہ آئندہ،--- یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ میٹنگ ہو گی، Council of Common Interest وہاں بیٹھے گی شاید میٹنگ

ہو نہ ہو، اس کے بعد table کریں گے جب اجلاس ہوگا، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آج ہم آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ آپ ایک ruling دیں کہ اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا لیکن آئندہ ایسا نہ ہو اور اگر آئندہ ایسا ہوا تو آپ بتائیے کہ آئین کیا کہتا ہے کس کو کیا سزا ملنی چاہیے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ آپ کم از کم یہ تو کر دیں کہ آپ یہ کہیں کہ The Government is guilty of not fulfilling the demands of Article so and so, and the Senate expresses its extreme sense that a privilege has been violated by the Government. پھر آپ generous ہو کر یہ کہہ دیں کہ this should come within one month لیکن ایک ہفتہ نہیں ایک مہینہ دینے کو تیار ہوں آپ یہ رپورٹ دے دیں۔ that they have been guilty of violation of the privilege of the House and at least 4 articles of the Constitution have been virtually violated not for once but for years. So that should be there on record.

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب چیئرمین! دیکھیئے ابھی جو ہمارے معزز حاجی عدیل صاحب نے بھی یہ کہا کہ ان کے کہنے کے بعد بھی دو سال کے بعد رپورٹ پیش ہوئی۔ جیسے پروفیسر صاحب کہہ رہے ہیں میں ان کا احترام کرتا ہوں کہ بھئی اس میں guilty کا معاملہ نہیں ہے اور میرے پاس writing میں Ministry of Inter-Provincial Co-ordination کا خط آیا ہوا ہے کہ reports تیار ہیں لیکن جب تک reports Council of Common Interests کی meeting میں approve نہیں ہوتے اس وقت تک یہ ایوانوں میں پیش نہیں ہو سکتے۔ یہ معاملہ ان کی next meeting کے agenda میں رکھا ہوا ہے اور جیسے ہی وہ meeting ہو گی وہ approve ہو جائیں گی اور اس کے بعد ایوانوں میں بھی پیش ہو جائیں گی۔ جیسا کہ 18th Amendment pass ہوئی اور کافی لوگ ابھی تک اسی میں پھنسے ہوئے ہیں کہ وہ لائیں، یہ لائیں۔ عرض یہ ہے کہ اس میں تھوڑی سی delay ضرور ہے لیکن خدانخواستہ حکومت کی اس میں بد نیتی نہیں ہے لیکن میں ہاؤس کو یہ assure کراتا ہوں کہ انشاء اللہ اگلے اجلاس میں پیش ہو جائیں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ تو صحیح ہے۔ شیخ صاحب اب ذرا بیٹھ جائیں۔ آپ بھی میری طرح لڑ رہے ہیں۔ The Government lapse is there, we have to accept it.

(Followed by T17)

T17-24JAN12 UR/AZHAR ER/ZAFAR/Ed. Mubashir UR1 740 PM

جناب قائم مقام چیئرمین: شیخ صاحب بیٹھ جائیں۔ آپ بھی میری طرح ہیں۔ The government lapse is there.
We have to accept it. یہ آج کی گورنمنٹ کا نہیں ہے previous governments کا ہے۔ Raza Rabbani Sahib
and myself we have been in this House for last 6 years میرا خیال ہے پہلے بھی یہ lapse ہوتا رہا ہے we
have to set the thing right. The Senate has to set the thing right. اگر وہ چیز بھی ہے۔ The
government has accepted کہ delay ہو گئی ہے۔ I call it is a lapse. I will not use the word guilty
but they have lapsed. Constitutional requirement لازماً پوری ہونی چاہیے on the first day of the
coming session in February, the reports have to be laid. If the reports are not laid, then
we will take further action. Thank you.

سینیٹر اسلام الدین شیخ: شکریہ جناب۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی مولانا صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین! بات پارلیمنٹ اور پارلیمنٹ کے ممبران کے استحقاق کی ہو رہی تھی۔ یہاں کون سا وہ فیصلہ ہے جو پارلیمنٹ میں ہوا ہو اور پھر اس پر ہم نے عملدرآمد کیا ہو۔ کون سا وہ فیصلہ ہے جو حکومت نے کیا ہو اور پھر اس پر عملدرآمد ہوا ہو۔ کون سا وہ فیصلہ ہے جو Army Chief کی صدارت میں کور کمانڈروں کے اجلاس میں ہوا ہو اور پھر اس کا اعلان ہو، اخبارات شہ سرخیوں کے ساتھ خبریں چھاپیں اور کہیں کہ آئندہ drone حملہ ہوا تو مار گرا دیں گے۔ یہ کیا ہے جناب چیئرمین! اگر حکومت میں جان نہیں ہے، اگر army میں جان نہیں ہے تو پھر اس طرح کے اعلانات کیوں کرتے ہیں۔ کیوں جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ کیوں قوم کے لیے رسوائی کا سامان کرتے ہیں۔ یہ ایک فیصلہ سامنے آیا تو پوری قوم نے اسے سراہا۔ قوم حکومت کے پیچھے بھی، army کے پیچھے بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑی ہو گئی۔ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر قوم نے کہا کہ ملک کا مسئلہ ہے، وطن کا مسئلہ ہے، عزت و آبرو کا مسئلہ ہے، آزادی کا مسئلہ ہے۔ قوم کھڑی ہو گئی۔ اب حکومت کہاں کھڑی ہے؟ ہمارے جنرل صاحبان کہاں کھڑے ہیں۔ کیا ہو رہا ہے جناب چیئرمین! فاٹا کی بات ہو رہی تھی کہ ملتے رہے تو پیسہ کہاں جا رہا ہے۔ اگر یہ پالیسیاں رہیں تو فاٹا والے تو بیچارے ختم ہو جائیں گے۔ مسلسل drone حملے ہو رہے ہیں۔ معصوم بچے، خواتین، بوڑھے drone حملوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ احساس ہی نہیں ہے کہ ہم

فیصلے کرتے ہیں، اعلان کرتے ہیں اور اس کے بعد پھر وہی سلسلہ ہے۔ یہاں ربانی صاحب نے بڑے دلائل کے ساتھ، پرجوش انداز میں فرمایا کہ جنرل پرویز مشرف یہاں سے گیا، اس وقت ہمیں یہ بات شاید یاد نہیں رہی۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد اگر مکہ یاد آئے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے آئین کو توڑا۔ ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ۔ پارلیمنٹ کے تقدس کو پامال کیا۔ جامعہ حفصہ کی معصوم بچیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ نواب اکبر خان بگٹی اور بلوچ قوم پرستوں کو قتل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی جو پالیسیاں تھیں، ان پالیسیوں کا تسلسل اب بھی جاری ہے۔ اب اکیلے مشرف نے جو کچھ کیا، اس کو سزا ہونی چاہیے لیکن اس کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ جو اس کی پالیسیاں بدستور چل رہی ہیں، drone حملے اس وقت بھی ہوتے تھے، اب بھی ہو رہے ہیں۔ CIA اس وقت بھی پاکستان میں سرگرم تھی، اب بھی ہے۔ Black Water اس وقت کم تھی، اب زیادہ ہو گئی ہے۔ ہمارے ملک کے امن و امان کو تہہ و بالا کیا ہے۔ ہم ملک کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ قوم کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ ایک memo میں حکومت پھنس گئی ہے۔ میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ قیادت میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ایسے موقع پر قوم کی صحیح رہنمائی کرے، صحیح سمت دے۔ اعجاز منصور کے بارے میں قوم کو بتانا چاہیے تھا کہ یہ ایسا شخص ہے۔ یہ قادیانی ہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، اس وقت سے انہوں نے نہ اس فیصلے کو مانا، نہ ہی پاکستان کو تسلیم کیا بلکہ کمر باندھ لی کہ پاکستان اگر دو ٹکڑے ہو گیا ہے تو اب اس کے چار ٹکڑے کرنے ہیں۔ اس طرح کی ایک سازش، واقعے سے حکومت ہل گئی، ادارے ہل گئے۔ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے کہ آج حکومت گئی، کل گئی۔ یہ کیا ہے؟ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ حکومت یا تو اس طرح کا فیصلہ نہ کرے یا اس قسم کے اعلانات نہ کرے۔ ہمارے جنرل صاحبان میں اگر ہمت نہیں ہے تو اس طرح کی بات کرتے کیوں ہیں۔ پوری دنیا میں رسوائی ہو رہی ہے۔ فیصلہ ہو گیا۔ بیس تیس دن رک گئے لیکن انہوں نے ہمارا تجزیہ کیا کہ کیا یہ اس position میں ہیں یا اپنی عزت و وقار کے لیے کوئی ہمت کر سکتے ہیں اور اپنی قوم کو تحفظ دینے کی ان میں ہمت ہے۔ کہتے ہیں کہ اجازت نہیں ہے۔ پارلیمنٹ سے دو قراردادیں پاس ہوئیں۔ پھر حکومت نے فیصلہ کیا۔ پھر اعلانات ہوئے کہ مار گرائیں گے۔ اب کون سی رکاوٹ ہے؟ House کو بھی بتایا جائے، قوم کو بھی بتایا جائے۔ ان مشکلات میں ہم نے حکومت کا ساتھ دیا ہے پہلی قرارداد میں، دوسری قرارداد میں، پھر وزیر اعظم نے APC بلائی، اس میں، پھر اب جو انہوں نے فیصلہ کیا، حکومت نے فیصلہ کیا لیکن ہم نے تمام سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ان کی بھرپور تائید کی۔ میں نے تو یہاں تک کہا کہ یہ ایک جرا تمندانہ فیصلہ ہے اور پاکستان نے اپنی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے۔ پالیسیاں تبدیل ہوں گی تو وہ بھی خواہشات کے مطابق۔ جناب چیئرمین! اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ

drone حملے فوراً بند ہونے چاہئیں۔ جب army, civil government, قوم کی طرف سے یہ اجازت مل گئی ہے تو دیر کس بات کی ہے۔ کیا ہمارے قبائلی، معصوم بچے، خواتین اور گھر مسلسل اجڑتے رہیں گے، ہم دیکھتے رہیں گے۔ اس لیے جناب چیئرمین! اس بے حسی پر ہم آج ایوان سے walk out کرتے ہیں اور حکمرانوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ خدارا! ایسے فیصلے نہ کریں، اگر کرتے ہیں تو پھر اس پر ڈٹ جائیں۔ شکریہ۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین!

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں مولانا کی مکمل تائید کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت مسلسل پارلیمنٹ کے فیصلوں کی خلاف ورزی کر رہی ہے اور جیسا کہ مولانا نے فرمایا، Chief of Staff نے ۲۶ نومبر ۲۰۱۱ء کے بعد جو instructions جاری کی تھیں اور جو public میں آئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ اب اگر ہماری sovereignty اور territorial integrity کو violate کیا جاتا ہے تو instructions کے بغیر، یعنی یہ standing instructions ہیں، react کیا جائے لیکن آگے چل کر چھ ہفتے کی خاموشی کے بعد حملے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے پہلے حملہ کر کے اچھی طرح test کر لیا کہ انہوں نے کوئی respond نہیں کیا۔ اب وہ برابر بڑھا رہے ہیں۔ ہر روز لوگ مارے جا رہے ہیں تو یہ حکومت کی ناکامی ہے۔ فوج کی اپنی ذمے داری ہے اور اس بناء پر احتجاج میں شرکت کرتے ہوئے ہم بھی walk out کرتے ہیں۔

(اپوزیشن کے معزز اراکین walk out کر گئے)

(آگے b18)

T18-24JAN2012---ASHFAQ/ED.ALTAF---UR5---7.50PM

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب چیئرمین! ہمارے معزز Leader of the Opposition صاحب نے قراردادوں اور حکومت کے بارے میں بات کی ہے، آپ دیکھیں کہ حکومت ان قراردادوں پر پوری طرح عمل کر رہی ہے۔ NATO کی supply بند ہے، شمشی ائربیس خالی کرایا گیا ہے، ہمارے army Chief اور سب نے کہا ہے کہ ہم ان چیزوں کو روکیں گے۔ جہاں تک drone حملوں کا تعلق ہے، وہ جہاز اس طرح کے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے پاس technology نہ ہو لیکن یہ clear instructions ہیں، اگر کوئی بھی ایسی

کارروائی ہو گی تو اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ جب تک Parliament NATO supply اور drone حملوں کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی تو حکومت ایسی کوئی بھی چیز نہیں کرے گی۔ ہمارے ممبران نے اپنی تشویش کا اظہار کیا، میں سمجھتا ہوں، ان کی خواہش ہے، ٹھیک ہے لیکن ان کا walk out نہیں بنتا، ان کا walk out تب بنے گا جب حکومت ان قراردادوں کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔ جب تک یہ Parliament ان چیزوں کی approval نہیں دے گی، ہم ساری چیزیں Parliament میں لائیں گے، ہم اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں گے اور ہم نے America کے ساتھ NATO and drone کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ہم نے شمشی ائر بیس warning time میں خالی کرایا۔ لہذا، اس پر walk out نہیں بنتا، میں اپنے دوستوں سے کہوں گا کہ وہ واپس آجائیں۔ Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کوشش کریں، Leader of the Opposition اپنے ساتھیوں کے ساتھ walk out کر گئے ہیں، آپ ان کو واپس لے آئیں۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب! میں ان کو واپس لاتا ہوں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یہ معاملہ کمیٹی کے پاس ہے اور اس کمیٹی کی report ابھی تک Parliament میں نہیں آئی اور اس میں Opposition بیٹھی ہوتی ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ وہ کمیٹی میں بھی بیٹھے ہیں اور کمیٹی کی report ابھی تک Parliament کے پاس نہیں آئی کہ وہ کیا فیصلہ کر رہی ہے تو جب کمیٹی کی report آئے گی اور Parliament جو فیصلہ کرے گی، اس پر حکومت بھی چلے گی، ہم بھی چلیں گے اور Opposition بھی مانے گی۔ میرا خیال ہے کہ ان کا احتجاج یا walk out صرف اخبارات کے لیے ہے۔ آپ نے دیکھا کہ پوری Opposition ان کے ساتھ نہیں گئی۔ Thank you.

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب پرویز رشید صاحب۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین ! میں آپ کا مشکور ہوں کہ بلآخر آپ کی نظر مجھ پر پڑی گئی ہے۔ مجھے خوشی ہوتی کہ یہاں پر کوئی وزیر یا Leader of the House بیٹھے ہوتے۔ میں آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ آج کے اخبار میں Pakistan Telecommunication Authority کا ایک tender "Invitation for Expression of Interest with Application for Auction" آیا ہے۔ جناب! یہ اپنی 3G technology کو auction کرنے جارہے ہیں، 3G technology کی

پہلے auction ہو چکی تھی، ہمارے ملک میں 2G کے مطابق جو system چل رہا ہے اور اب یہ 3G کی auction کرنے جا رہے ہیں۔ میں نے اس کے tender کی شرائط صبح اخبارات میں پڑھیں اور میں آپ کی توجہ اس کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جناب! یہ سب سے پہلے اس میں کہتے ہیں اور جو auction کیا جا رہا ہے، وہ (3G/4G/LTE etc) کے لیے ہے اور اس میں .etc کا لفظ لکھا گیا ہے، اس میں یہ کہا جا رہا ہے کہ 3G auction کے لیے کیا جائے لیکن جو لوگ auction میں کامیاب ہو جائیں گے، انہیں یہ حق حاصل ہو جائے گا کیونکہ .etc کا مطلب یہ ہے کہ جتنی technologies بنتی چلی جائیں گی، ان سب کے لیے ان کا valid license ہو جائے گا۔ یہ ایسے ہے جیسے میں ایک کار خریدوں اور اس کے بعد میرا یہ حق بن جائے کہ وہ کمپنی جتنی بھی کاریں بنایا کرے گی، وہ کاریں مجھے اس پیسے میں مل جایا کریں گی، میں جس پیسوں میں وہ کار خریدوں گا۔

جناب! اس میں دوسری ایک دلچسپ بات ہے، میں آپ کی توجہ اس کی طرف دلانا چاہتا ہوں، انہوں نے اس کی base price US $210 million مقرر کی ہے۔ جب 2G کا auction کیا گیا تھا تو وہ تقریباً $290 million پر ہوا تھا یعنی ہم جس technology کا license $290 million پر بیچ چکے ہیں، یہ اس سے زیادہ بڑی technology اور زیادہ بہتر technology اور اس سے زیادہ advance technology ہے، ہم اس کا auction base price US $210 million پر کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ 220, 230 dollar پر بک سکتی ہے۔

(جناب قائد حزب اختلاف اور ان کے ساتھی ایوان میں واپس آ گئے)

جناب! اس کی ایک اور بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ جو بھی کمپنی جیتنے کا وہ auction حاصل کرے گی، اس نے پورے پیسے نہیں دینے، اس نے پانچ سال میں پیسے دینے ہیں اور اس کو ہر سال 20% پیسے دینے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے پلے سے کوئی پیسہ نہیں دینے، وہ پانچ سال میں پیسے کمائے گی اور وہ پیسے اس auction کی مد میں دے گی یعنی حکومت یہ technology استعمال کرنے کا license جن لوگوں کو دے گی، انہوں نے پیسے اپنی جیب سے خرچ نہیں کرنے، وہ پاکستان میں کوئی investment نہیں لائیں گے اور وہ پیسے dollar اور پاکستانی روپے میں دے سکتے ہیں۔ وہ پاکستان سے ہی پیسے کمائیں گے اور پاکستان سے ہی pay کر کے اپنے license کی قیمت ادا کر دیں گے۔ جناب! یہ ایسے ہے کہ "حلوائی کی دکان ہے اور آپ اس پر اپنے دادا جان کا فاتحہ پڑھ کر چلے جائیں" یہ ایک اتنا بڑا scandal ہے، جیسے حاجیوں اور rental power scandals تھے۔ بلاآخر rental power

کے پیسے Supreme Court کو وصول کرنے پڑے، یہ اس زیادہ بڑا scandal ہے بلکہ پاکستان میں جتنے scandals ہوئے ہیں تو یہ mother of the all scandals ہے جس کے اثرات پاکستان میں اگلے 20 ,10 سال تک رہ سکتے ہیں کیونکہ جتنی technologies آئیں، ان کا ایک license fee کے تحت license دیا جا رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ پورے House پر فرض عائد ہوتا ہے، آپ کا فرض ہے اور میرا اولین فرض ہے کہ ہم متعلقہ لوگوں یا وزیر صاحب کو House میں بلائیں اور ان سے پوچھیں کہ آپ کیا کرنے جا رہے ہیں، آپ کو اس لوٹ مار کی اجازت کس نے دی ہے، آپ کو کس نے یہ اختیار دیا ہے۔ جناب! آپ دیکھیں کہ ہندوستان نے 3G technology کو فروخت کر کے 24 billion dollar اکٹھے کئے ہیں، ہم 3G, 4G, LTE and etc. اور اس کے بعد جتنی technologies آئیں گی، ان سب کو base price US $210 million پر بیچنے جا رہے ہیں۔ جناب! ہندوستان ہم سے پانچ گنا بڑا ملک ہے، اس کے پانچ گنا زیادہ پیسے ہو سکتے ہیں، اگر ان کے 24 billion تھے تو ہمیں کم از کم 5 یا 6 billion اکٹھے کرنے چاہئیے تھے، یہ 5, 6 billion dollar کو 800 million dollar میں بیچنے کے لیے جا رہے ہیں۔

جناب! اس میں ایک اور شرط ہے، میں جس کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں، یہ جو سہولت دیں گے، انہوں نے اس میں لکھا کہ "license will be technology neutral" اس کے علاوہ جو نئی technology ایجاد ہو گی، وہ بھی اس license کے تحت آجائے گی، اس tender میں لکھا ہوا ہے۔ آپ 3G بیچنے جا رہے ہیں، 3G کے rights بیچنے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ 4G, LTE and etc. بھی ساتھ لے لیں، اگر اس کے علاوہ دنیا میں کوئی نئی technology آئے گی تو وہ بھی تمہارا right ہو گا۔ جناب والا! یہ کیسی اندھیر نگری ہے جو اس ملک میں ہونے جا رہی ہے تو میری آپ سے درخواست ہے کہ وزیر صاحب کو بلایا جائے بلکہ وزیر صاحب کو کسی کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہیے، اگر یہاں پر کوئی کٹہرا بنایا جائے اور انہیں کٹہرے میں کھڑا کیا جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ یہ کس قسم کا tender ہے جو آپ issue کر رہے ہیں، آپ پاکستان کو اس طرح مالی نقصان کیوں پہنچا رہے ہیں، اس کا کون جوابدہ ہو گا؟ ایسا نہ ہو کہ اس طرح کے معاملات عدالتوں میں چلے جائیں اور آپ کا حساب کتاب وہاں سے ہونا شروع ہو جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شیخ صاحب! اس کا آسان طریقہ ہے کہ آپ کیوں نہ adjournment motion move کرا دیں؟

سینیٹر اسلام الدین شیخ: اس پر بات کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب! آپ اس پر adjournment motion کیوں نہیں لاتے؟

آ گے ------------ T19

T19-24JAN2012 FURQAN/Ed. Mubashir 08.00P.M. ER8

سینیٹر اسلام الدین شیخ: معزز ممبران اور Leader of the Opposition نے walk out کیا، اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہاؤس میں یہ assurance دے دیں۔ دیکھیں گورنمنٹ کی پالیسی بالکل clear ہے اور جو دو قراردادیں pass ہوئی ہیں اس پر ہم پوری طرح سے عمل درآمد کر رہے ہیں۔ جہاں تک ڈرون حملوں کا تعلق ہے تو اس پر انہوں نے کہا کہ جو ہاؤس کے احساسات و جذبات ہیں وہ صدر پاکستان، وزیراعظم صاحب اور concerned authority تک پہنچائے جائیں۔ ڈرون حملوں کو پورا ہاؤس ہمیشہ condemn کرتا ہے، یہ ہاؤس بھی، نیشنل اسمبلی بھی، سب condemn کر چکے ہیں یعنی کسی بھی طرح نہیں چاہتے کہ ڈرون حملے ہوں، ہم اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ آرمی چیف نے کھل کر کہا کہ اگر اب ایسے حملے ہوں گے تو ہم برداشت نہیں کریں گے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو کہ اچانک ہو گئی ہیں اور ہمارے range میں نہیں آ رہی ہیں تو اس کی technicality وہ جانتے ہیں لیکن جو ان کے جذبات ہیں وہ انشاء اللہ حکومت تک پہنچا دیئے جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: رحمٰن ملک صاحب! میں آپ کو floor دیتا ہوں لیکن یہ جو پرویز رشید صاحب نے بات کی اس پر آپس میں ممبران یہاں خاموشی سے بیٹھ کر discuss کر لیں تو اس کو adjournment motion کی صورت میں لے آئیں۔ جی Leader of the Opposition.

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شیخ صاحب جو کہ Chief Whip ہیں، وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں یہ یقین دہانی کرائی کہ جو ہاؤس کے احساسات اور جذبات ہیں وہ میں وزیراعظم، صدر پاکستان اور فوجی قیادت تک پہنچاؤں گا۔ ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں کہ اللہ کرے کہ کل پھر ڈرون حملہ نہ ہو۔ بہرحال اب یہ روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ جیسے میں نے پہلے کہا کہ آرمی نے بھی اعلان کیا تھا، اب پتا نہیں وہ اس اعلان کو کب عملی جامہ پہنائیں گے۔ بہرحال ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: رحمٰن ملک صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ پرویز رشید صاحب نے جس مسئلے کو point out کیا اس کو علیحدہ take up کرتے ہیں۔

سینیٹر اے۔ رحمٰن ملک (وفاقی وزیر داخلہ): شکریہ جناب چیئرمین۔ آج تقریباً 6 گھنٹے میمو کمیشن تھا، میں direct وہیں سے آرہا ہوں، معافی چاہتا ہوں کہ لیٹ ہوا۔ جناب چیئرمین! جو جذبات اس طرف بھی ہیں اور اس طرف بھی ہیں، ساری Provincial Assemblies, National Assembly اور اس ہاؤس نے اس کو condemn کیا ہے۔

I call upon America to listen the voice of the people of Pakistan. We have been helping you in this war, we are victim, we have lost 36000 people. Please treat us victim and do not treat us like any terrorist organization or a terrorist country. We are loosing people every day and when the Drones come, it is a direct hit on our sovereignty.

Let me tell you Mr. Chairman, this matter has been discussed in the D.C.C. and in the Cabinet and now finally this matter has been sent to the Parliament Committee on the security. Joint session is going to be called very soon and this matter is going to be thrashed properly by the National Assembly, Members and the Senate. We are with the Opposition, we are with the nation that this is a direct hit on our territorial integrity. Hence they should listen to the voice of the people of Pakistan. This is the time that the Parliament should guide the Government as to how to proceed further.

Mr. Chairman, there has been occasion, where this matter has been taken diplomatically with those countries and they have been conveyed categorically that our people do not like it. Our President and the Prime Minister when they visited the White House and the first demand which was made, was to stop the Drones. Even there had been certain conversations between our leadership and America and that is what we have conveyed, stop the Drones. This is the reason that today NATO supply has not been opened, despite lot of calls, lot of assurances, what assurances we want, our territorial integrity and of course what happened in Salala? How we lost our 26 Jawans and officers? We cannot forget it. On one side we are fighting this war with you and on the

other side you are fighting like enemy to us. So, please stop it, we have been fighting alongwith you as ally, we have not asked for this war. This war has been imposed on us. What happened in Malakand, Swat, how your forces came forward and in a record 3 months, not only they got vacated the whole area, all those IDP's were settled. So, I think all that suffering, of course should be recognized by the international community. Of course, it doesn't stop. I proposed to the House, have a resolution, let's go to the UN, let's show our concerns because we have to inform the international community, look this aggression. It is not accepted by the nation of Pakistan. Thank you sir.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ابھی جو 3-G والا مسئلہ ہے، اس پر تحریک لے آئیں۔ پہلے سن لیں۔ پرویز رشید صاحب! وہ اشتہار دیکھیں کہ اس میں ایسا لگتا ہے کہ جیسے پاکستان کو بالکل ہی فارغ کر دیا ہے۔ یہ PTCL سے ہوا یا I.T منسٹری سے ہوا ہے۔ جی پرویز رشید صاحب۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب والا! یہ PTA, Pakistan Telecommunication Authority کی طرف سے ایک auction کا اشتہار ہے، جس میں وہ 3-G technology کا لائسنس دینے جا رہے ہیں لیکن کہا یہ جا رہا ہے کہ آپ 3-G technology کے ساتھ ساتھ 4-G, LTE etc. سب کچھ لائسنس کے ساتھ آپ کو مل جائے گا۔ پیسے آپ کو پانچ سال میں دینے ہیں یعنی ہر سال آپ کو 20% پیسے دیں گے، جس کمپنی کو لائسنس ملے وہ یہیں سے پیسے کمائے گی اور یہیں پر دیئے جائیں گے۔ ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اس کے بعد جو آپ کو لائسنس ملے گا، جتنی نئی technology آئے گی وہ بھی آپ کو استعمال کرنے کی اجازت ہو گی۔ انہوں نے base price 210 million dollar رکھی ہے جبکہ ہم already 2-G 290 million dollar پر لائسنس کر چکے ہوئے ہیں یعنی جو پچھلی price تھی اس سے بھی کم price 210 dollar رکھی گئی ہے۔

میرا عرض کرنے کا یہ مطلب تھا کہ یہ ایک بڑا scandal جنم لینے جا رہا ہے، جیسے rental power کا scandal تھا، حاجیوں کا scandal تھا۔ اس سے پہلے کہ یہ بھی پارلیمنٹ سے اتر کر سپریم کورٹ میں چلا جائے اور آپ لوگوں کو وہاں پر پھر شرمندہ ہونا پڑے۔ برائے مہربانی PTA کو لے کر آئیں اور وہ ہمیں سمجھائیں کہ انہیں یہ کس نے اختیار دیا ہے کہ وہ اس طرح کا اشتہار دیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی الیاس بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں صرف یہ request کرتا ہوں کہ ہم coalition partners بھی ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسی چیز کریں کہ جس سے کل ہم لوگوں کو شرمندگی اٹھانی پڑے۔ میں سمجھتا ہوں جو پرویز رشید صاحب نے پڑھا ہے اگر اس کو روکا جائے اور اگر یہ auction ہو جائے اور لوگ letter of intent کے لیے apply کر دیں اور پیسے جمع کرا دیں اور پھر کورٹ سے stay order لے لیں تو اس سے بہتر یہ ہے کہ آج یہ ہاؤس یہاں یہ فیصلہ کرے اس کو stop کرایا جائے اور جو بھی relevant committee ہے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہم اپنے ملک کا سرمایہ ایسے کیوں ضائع کریں۔ جیسے وہ کہتے ہیں 3-G 24 billon dollar پر انڈیا میں فروخت ہوا ہے، ہمارے مقابلے میں 125 ہے تو اتنا بلین ہمیں بھی ملنا چاہیے، ایسی تو بات نہیں ہے، دو، تین، چار بلین ہمیں بھی ملنا چاہیےاور پھر 3-G کے ساتھ وہ کہہ رہے ہیں LTE وغیرہ یعینی جو بھی xyz ساتھ آئے گا وہ بھی ملے گا اور further technology بھی ملے گی۔ یہ ہمارے ملک کا سرمایہ ہے، ہم پہلے بھی یہ auction 290 million dollar پر کر چکے ہیں، اب اس کو 210 پر لانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ specially کسی آدمی کو دینا چاہتے ہیں تو خدارا ایسا نہ کریں۔ بس کافی ہو گیا ہے، الیکشن آنے والے ہیں اور آپ نے عوام کے پاس جانا ہے۔ شکریہ۔

(آگے T20)

T20-24JAN2012..........FANI\ED... Javaid........................8.10PM..............................UR12

جناب قائم مقام چیئرمین: جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! اس پر کافی بات ہو چکی ہے۔ محترم سینیٹر صاحب نے جو بات بتائی اس سے ہم بہت خوفزدہ ہیں۔ایک تو ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ وزیر داخلہ صاحب تشریف لے آئے ہیں اور باقی وزیروں کو شاید انہوں نے قید کیا ہوا ہے۔ برائے مہربانی ان وزیروں کو بھی رہا کریں۔ اس ایوان میں اگر وزیر نہیں آتے تو ہم تو تھک گئے ہیں ، نہ وزیراعظم صاحب آتے ہیں ، اکا دکا کبھی غلطی سے کوئی وزیر آجاتا ہے، آپ آتے رہتے ہیں۔ چیئرمین صاحب کو چاہیے کہ پھر ہاؤس کی چھٹی کر دیں۔ وزیرداخلہ صاحب ابھی تشریف لائے ہیں، اس سے پہلے یہ کرسی بھی خالی تھی۔ پتا نہیں ہمارے ساتھ یہ کیا رویہ ہے کہ وزراء صاحبان آتے نہیں ہیں۔وزیراعظم ہمارے مسائل نہیں سنتے وہ سمجھتے ہیں ہم ان کو ووٹ نہیں دے سکتے۔ صرف یہی بات ہے لیکن ان کے Bills بھی تو یہاں

آتے ہیں پھر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چاہے ہم اپوزیشن میں ہیں یا حکومت میں ہیں ہم ان کے Bills pass نہیں کیا کریں گے اور آپ اس میں ہماری مدد کریں گے۔ جناب والا، جس مسئلے پر سینیٹر صاحب نے بات کی ہے تو اتفاق ہے، الیاس خان نے جو بات کی ہے تو آپ آج فوراً ایک آرڈر کریں کہ اس کا جو action ہو رہا ہے اس کو روک دیا جائے اور اس point of order کو تحریک التواء کے طور پر convert کر دیا جائے۔ وزیر صاحب پہلے یہاں ایوان میں آئیں اس کے بعد کمیٹی میں جائیں کیونکہ کمیٹی میں تو دس آدمی ہوتے ہیں، کبھی تین ہوتے ہیں۔ آج جو رپورٹ آئی تھی اس میں ہمارے چار معزز ممبران نے سب کچھ پاس کر دیا تھا۔ کمیٹی کے بعض ممبروں نے جو اختلاف کیا تھا اس رپورٹ میں ان کا ذکر بھی نہیں ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس point of order کو تحریک التواء میں convert کریں، جیسے آپ کی بھی تجویز ہے۔ آپ آج ایک حکم جاری کریں کہ اس پر ہر قسم کی جو کارروائی ہو رہی ہے وہ روک دی جائے اور یہ convey کریں شکر ہے کہ ہمارے وزیر داخلہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ بڑا لازمی ہے، ملک کے ساتھ یکجہتی ہو گی۔ وزیروں کو تو کچھ پتا ہی نہیں ہوتا۔ اپنے محکمے کے متعلق کچھ جانتے ہیں باقی محکموں کا شاید ان کو پتا بھی نہ ہو اور وزیر بے چارے جاتے ہیں، ہمارے سیکرٹریوں وغیرہ کے ایسے گروپس بنے ہوئے ہیں جیسے نیپرا، پیمرا وغیرہ پتا نہیں کیا کرتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا اچھا کام کرتے ہیں اور بعد میں ان کو پتا چلتا ہے کہ ان کے ساتھ بھی ڈرامہ ہو گیا ہے۔ اب یہ rental power کا جو ڈرامہ ہے اس کو دیکھ لیں یہ بدنامی نہیں تو اور کیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ڈرامہ نہیں hand ہو جاتا ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا، ایسا ایسا ہوتا ہے کہ ان کو پتا بھی نہیں چلتا۔ یہ اسی میں خوش ہیں کہ ان کو bullet proof گاڑیاں ملی ہوئی ہیں اور ایک ایک ٹائر کی قیمت پانچ پانچ لاکھ روپے ہے۔ آپ کی bullet proof گاڑی کے ٹائروں پر تیس لاکھ روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔ بیس لاکھ اس کی maintenance کا خرچہ ہے، بڑے افسوس کی بات ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی کرنل مشہدی صاحب، پروفیسر خورشید صاحب آپ بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ کرنل مشہدی صاحب کے بعد کر لیں۔ حسیب خان آپ مجھے اردو کی مارمت دیں میرے ساتھ یہ technology پڑی ہوئی ہے اس میں نام آجاتا ہے۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: I am grateful for the opportunity to say a few words. I fully endorse the views expressed by Senator Pervaiz Rashid Sahib, he has taken a very visionary and farsighted view of it and he has spoken in the national interest. IT is the future and it is a billion dollar industry all over the world, especially our

neighbour India has advanced leaps and bounds only by developing this industry and acquiring more and more knowledge and use of IT. I fully endorse the views expressed by my colleagues. I call upon you to order a moratorium on this tender and send this matter to the standing committee so that it can thoroughly investigate this matter and give the report on the floor of this House. In the mean time, the order should be passed that no further action should be taken to throw away coming generations of wealth of Pakistan. Thank you very much.

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب! پھر ہارون اختر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین! میں لمبی بات نہیں کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر روز کوئی نہ کوئی کرپشن کا سکینڈل سامنے آرہا ہے اور پرویز رشید صاحب نے جس issue کو سامنے رکھا ہے میں نے original evidence نہیں دیکھا لیکن جتنا کچھ انہوں نے یہاں پیش کیا وہ alarming ہے اور میں اپنے ساتھیوں کی تائید کرتا ہوں کہ آپ اس معاملے میں clear instructions دیں کہ اس پر آگے نہ بڑھا جائے جب تک کہ یہ Standing Committee سے clear نہ ہو جائے اور Standing Committee in House.......................

سینیٹر حاجی محمد عدیل: پہلے جو ایوان کی Standing Committee ہے اس سے ہو جائے۔ پھر اس کمیٹی کو بھیج دیں۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بس جو راستہ بھی آپ اختیار کریں لیکن مراد یہ ہے کہ اسے، اس شکل میں آگے بڑھنا ملک کے لیے بالکل نقصان دہ ہے اور معاشی اعتبار سے ہم اپنے لیے جو مواقع موجود ہیں ان کو اپنے ہاتھوں سے دفن کر رہے ہیں۔ ایک طرف معیشت کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف اس کو ہماری فیاضی کہیے یا حماقت کہیے لیکن ہم اپنی دولت کو لٹا رہے ہیں تو اس کو فوری طور پر کمیٹی کو بھیج دیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی ہارون اختر صاحب۔

سینیٹر ہارون خان: Thank you Mr. Chairman میں نے اپنے honourable colleagues کی باتیں سنی ہیں and I think سب کی باتوں میں بڑا وزن ہے مگر میں صرف یہ بات add کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے اپنے 12-2011 کے بجٹ میں

3-G licenses سے آٹھ سو ملین ڈالر allocate کیے ہوئے ہیں کہ یہ ہمیں receive ہوں گے جو ستر ارب روپے بنتے ہیں۔ نہ صرف یہ پیسا ہمارا جو fiscal deficit ہے اس کو کم کرے گا بلکہ جو current account deficit, foreign exchange پر ہماری کمی آرہی ہے اس کو بھی یہ support کرے گا۔ خاص طور پر ہماری exports جن کے اوپر ہماری بڑی reliance تھی پچھلے سال اور جن کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ اٹھائیس ارب ڈالر کے قریب ہو جائے گی وہ اب کہا جاتا ہے کہ تیئس بلین ڈالر ہوں گی۔ لہٰذا ہمیں in short اس سال یہ آٹھ سو ملین ڈالر کی اشد ضرورت ہے ورنہ ہمارا روپیا جو ہے وہ under pressure ہوگا de-value ہوگا، اس سے مہنگائی ہوگی اور عام آدمی متاثر ہوگا۔ لہٰذا میں یہ recommend کروں گا اور سینیٹر پرویز رشید صاحب کی بات بالکل صحیح ہے اس process کو stop نہ کیا جائے Pakistan Telecommunication Authority represented by the concerned Minister کل ادھر آئیں، اس پر بحث کریں اور اگر یہ ایوان سمجھتا ہے کہ یہ processes transparent نہیں ہیں، تو پھر کور کوایا جائے، اگر نہیں ہے، اگر ہم convince ہو جاتے ہیں تو اس process کو چلنے دیں کیونکہ پاکستان کو اس پیسے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ کہیں LAG کی طرح کا نہ کہ جو چار سال سے ایک process controversial ہو گیا اور آج گیس کی جو قلت ہے اس سے پوری قوم suffer کر رہی ہے۔ میں suggest کروں گا کہ کل اس پر debate کی جائے اور کل ہی اس کا فیصلہ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ساجد حسین صاحب۔

سینیٹر سید ساجد حسین زیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میری اس سلسلے میں یہ گزارش ہے کہ جیسا کہ پرویز رشید صاحب نے فرمایا۔ پیسے یا بجٹ میں کمی یا زیادتی یہ technical بات ہے لیکن پاکستان میں اب تک جو کچھ ہو رہا ہے، جو kick backs ہو رہی ہیں، جتنا نقصان ہو رہا ہے وہ بھی پوری قوم کے سامنے ہے۔ رینٹل پاور ہو یا کوئی اور پراجیکٹس ہوں۔ اس لیے یا یوان یہ سننا چاہتا ہے کہ آخر کیا وجوہات تھیں کہ جو اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ اور اتنی فیاضی کے ساتھ یہ اشتہار دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ چیز ایوان میں آنی چاہیے اور ایوان کو معلوم ہونا چاہیے اور اس کے بعد یہ کسی Standing Committee میں یا انکوائری میں جانا چاہیے۔ دوسری بات مجھے یہ عرض کرنی ہے اپنے وزیر داخلہ صاحب کے سلسلے میں۔ ابھی آپ نے ڈرون حملوں کے سلسلے میں فرمایا۔ ہماری بہت سی قراردادیں سینیٹ اور قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر منظور ہو چکی ہیں۔ اب تک امریکہ نے ہماری کسی قرارداد کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور ہم یہ کہتے ہی رہے اور ہمارے Military Chief کے بیانات بھی آئے کہ اب کہ ڈرون حملہ ہوا تو ہم گرا دیں گے۔ ابھی میں نے یہ سنا کہ ڈرون حملے گرانے کی ٹیکنالوجی

ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے ہم نہیں گرا سکتے۔ ہم nuclear power ہیں۔ ٹیکنالوجی میں ہم بہت ہی زیادہ آگے ہیں۔ جہاں تک ہم پڑھتے اور سنتے ہیں۔ ایران ہم سے بہت پیچھے تھا وہ ان کے تین drone کو گرا چکا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم نہیں گرا سکتے۔ میں تو ایک وجہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے دل مضبوط نہیں ہیں، ہمارا ایمان مضبوط نہیں ہے، ہم خوفزدہ ہیں جب تک ہم اپنے ہاتھوں کو سکیڑ نہیں لیں گے اس وقت ہم اپنے ضمیر کی آواز نہیں سنیں گے۔ خدا کے لیے ہم بھیک مانگنا چھوڑ دیں اور ایمان کا دامن پکڑ لیں۔ رزق دینے والی ذات اللہ کی ہے جس نے یہ ملک دیا ہے وہ رزق بھی دے گا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: Thank you جی۔ رحمان ملک صاحب آپ کو اس سلسلے میں اعتماد میں لینا چاہتے ہیں۔

آگے جاری---------------------------T21

T21-24Jan2012 ER5/Rafaqat Waheed/Ed: Mohsin Zaidi 8:20 pm

سینیٹر سید ساجد حسین زیدی: (جاری) جب تک ہم اپنے ہاتھ کو سکیڑ نہیں لیں گے، اس وقت تک ہم اپنے ضمیر کی آواز نہیں سنیں گے۔ خدا کے لیے بھیک مانگنا چھوڑ دیں اور ایمان کا دامن پکڑ لیں۔ رزق دینے والی ذات اللہ کی ہے، جس نے یہ ملک دیا ہے وہ رزق بھی دے گا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ رحمٰن ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک (وفاقی وزیرِ داخلہ): جناب چیئرمین! یہ جو auction tender ہے، میں نے ابھی دیکھا ہے۔ ظاہر ہے concerned minister اور ہیں لیکن میں قومی اسمبلی میں Information Technology کے جوابات دینے کی حد تک ہوں۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر فاضل ممبران ایک question دے دیں، جو ان کی apprehensions ہیں ان کا ذکر بھی کر دیں، میں چیئرمین پی ٹی اے کو اور سیکرٹری آئی ٹی کو بلا کر پوری تفصیل لے لوں گا۔ اس میں کچھ چیزوں کو دیکھنا پڑے گا، base price is like 210 million اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ 210 million میں بیچیں گے۔ It is something like two blocks not the whole. جیسا کہ ہارون صاحب نے کہا، he is an actuary ان کا ماشاء اللہ بڑا اچھا experience ہے، I think the process should continue but at the same time, let us impose certain restrictions, let us impose some parameters to it so that it remains transparent. تاکہ اس میں بے ایمانی نہ ہو۔ قوم کو جتنا maximum پیسہ اس میں مل سکتا ہے، وہ ملے۔

میرے خیال سے اس کے لیے جتنی بھی collective wisdom ہے، اس کے تحت اگر questions آجائیں تو ان کا میں جواب لے کر دے دوں گا۔ اگر اس پر پھر بھی satisfaction نہیں ہوتی then let there be a House committee to examine it. یہ نہ ہو کہ معاملہ pend ہوجائے اور پھر اس کی باہر بھی خبر چلی جائے۔ یہاں بات ہوئی۔------

جناب قائم مقام چیئرمین: ملک صاحب! خبر تو آئے گی۔ مجھے تو لگتا ہے کہ کل کوئی پاکستانی شہری عدالت میں چلا جائے گا، وہ پارلیمنٹ کے فیصلے کا انتظار بھی نہیں کرے گا۔

Senator A. Rehman Malik: Sir, what is important is its credibility and the credibility has to come from here.

اگر اشتہار کے وقت ہی apprehensions آگئیں تو وہ investors جو پاکستان آنا چاہتے ہیں، وہ کہیں گے کہ بھئی یہ تو پہلے ہی گڑ بڑ شروع ہو گئی ہے تو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسے ہارون صاحب نے کہا کہ process should continue but you can always impose restrictions کہ اس معاملے کو transparent کرنا ہے۔ Transparent کرنے کے لیے آپ collective wisdom کے ساتھ ایک SOP draft کروالیں. I think that would be the best way. میری تجویز یہ ہو گی کہ let the question come اگر سوال نہیں بھی آتا تو اس پر میں کچھ questions frame کرلوں گا۔ I will ask the Secretary IT as well as Chairman PTA ان سے details لے لیں گے۔ اگر اس معاملے کو سمجھنے کی بات ہے تو ہمارے تین یا چار ارکان آجائیں، میں ان دونوں کو بھی بٹھا دوں گا، یہ ان کے ساتھ سوال جواب کرکے اپنی تسلی کرلیں۔ ان کی جو بھی apprehensions ہیں، let those apprehensions come forward. جتنا ان کو درد ہے، اتنا ہی ہمیں بھی ہے لیکن بغیر سوچے سمجھے ایک الزام لگانا مناسب نہیں۔ رینٹل پاور کی بات ہوئی، کیا نکلا اس میں سے؟ کچھ بھی نہیں لیکن ہوا کیا، قوم کو بجلی نہیں ملی۔ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ بجلی نہیں دی جارہی جبکہ دوسری طرف جب کوئی effort ہوتی ہے تو اس کو frustrate کردیا جاتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہارون خان صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے کہ process ختم نہ کریں۔ اس کو enhance کرنے کے لیے کہ کوئی بے ایمانی نہ ہو، اس کے لیے کوئی restriction impose کردیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی پرویز رشید صاحب! آپ mover تھے اس کے۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب! پہلے تو وزیر صاحب کی اطلاع کے لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رینٹل پاور میں سے کچھ نکلا اور سب لوگوں نے دیکھا کہ سپریم کورٹ نے باقاعدہ پیسے واپس لیے، اربوں روپے واپس لیے، یہ نہ کہا جائے کہ نہیں نکلا- آپ مہربانی کریں، اس میں سے نکلا ضرور ہے- ہم نہیں چاہتے کہ اس طرح دوبارہ نکلے- ہم تو آپ کی ہمدردی میں کہہ رہے ہیں کہ روز روز آپ لوگوں کے منہ پر داغ نہ لگے- جب آپ کے منہ پر داغ لگتا ہے تو یہ داغ جمہوریت کے منہ پر بھی لگتا ہے- ہمیں اس کا پھر دکھ ہوتا ہے کہ پھر غیر جمہوری قوتوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ اس داغ کی طرف اشارہ کرکے ہم سب کو گالیاں دیتے ہیں- میں اس بحث کو تلخی کی طرف نہیں لے جانا چاہتا-

جناب! عرض یہ ہے کہ ہارون صاحب نے ٹھیک بات کی، میں اس سے agree کرتا ہوں لیکن جو بجٹ میں پیسے رکھے گئے، ہارون صاحب اس چیز کی گواہی دیں گے، وہ 3G کے لیے رکھے گئے تھے کہ 3G Technology کا license دے کر 800 ملین اکٹھے کیے جائیں گے- اب اس اشتہار میں آپ دیکھیں 3G کا license بھی دیا جارہا ہے، 4G کا license بھی دیا جارہا ہے، LTE کا license بھی دیا جارہا ہے، آگے .etc. etc بھی لکھا ہوا ہے، یعنی اس کے علاوہ بھی تمہیں کھلی چھٹی ہو گی- پھر license neutral technology کا کہا جارہا ہے، اس کا مطلب ہے کہ جو نئی ٹیکنالوجی آئے گی تم اس کو بھی استعمال کرسکو گے-

جناب والا! دوسری بات جو آپ نے base price کے متعلق کی ہے، $210 million انہوں نے اس کی base price مقرر کی ہے جبکہ پاکستان نے جو 2G Technology کا license دیا تھا، وہ $290 million کے قریب تھا- میں موٹر سائیکل 290 میں بیچ چکا ہوں تو کار کی base price میں 290 سے زیادہ رکھوں گا- ایک پرانی ٹیکنالوجی جس سے میں 290 ملین ڈالر لے چکا ہوں، یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک نئی ٹیکنالوجی کو میں اس سے کم قیمت میں شروع کروں- بات یہ ہے کہ base price آپ نے 210 million رکھی، ہوسکتا ہے maximum bid آپ کو 250 million کی آئے تو آپ دنیا کو کیا جواب دیں گے کہ 2G تو آپ نے 290 میں بیچی اور ایک نئی ٹیکنالوجی (3G, 4G, LTE etc.) اور پھر آگے جتنی نئی technologies آئیں گی وہ آپ 250 میں بیچ رہے ہیں- لہذا، آپ نے base price ہی غلط رکھ دی ہے-

تیسرا اعتراض میرا یہ ہے کہ اس میں کہا یہ گیا ہے، اگر آپ internet پر جائیں اور سارا tender document پڑھیں، جو کہ میں نے پڑھا ہے، اس میں یہ کہتے ہیں کہ آدھے پیسے تو آپ اس وقت دیں گے جب license آپ کو ملے گا اور آدھے پیسے آپ نے پانچ سالوں میں ادا کرنے ہیں یعنی 20% آپ ہر سال دیں گے- اس کا مطلب ہے کہ وہ شخص یہیں سے پیسے کمائے گا، میری جیب سے پیسے نکلیں

گے، آپ کی جیب سے نکلیں گے اور وہ پیسے ہمیں دے دے گا۔ ہم اس کو کمانے کا موقع دے رہے ہیں۔ ایک ہوتا ہے license to kill جبکہ یہ license to loot والا معاملہ ہے۔ اس کو license to loot کہا جائے گا۔ میں یہ الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اتنی تلخ باتیں کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں ایک نرم لہجے کا آدمی ہوں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ براہِ مہربانی اس معاملے کو سنجیدگی سے لیں، یہ سارے House کا interest ہے، یہ پوری پاکستانی قوم کا interest ہے، یہ ہماری آنے والوں نسلوں کا interest ہے۔ ہم ان کے مقدر کو بھی بیچ رہے ہیں۔ لہٰذا، ایسے نہ کریں۔ آپ بلائیں وزیر صاحب کو، وزیر صاحب یہاں کیوں نہیں آتے اور اگر آپ وزیر ہیں تو آپ جائیں اپنے محکمے کے پاس اور ان سے پوچھیں کہ جو سوال میں نے اٹھائے ہیں ان کا کیا جواب ہے۔ کل آکر ہمیں جواب دے دیں۔ ہم ساری رات جاگنے کے لیے تیار ہیں، ہم نہیں سوئیں گے۔ اگر پاکستانی قوم کے اربوں روپے ہمارے جاگنے سے بچ سکتے ہیں تو جناب والا! ہم یہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ کس نے کہا ہے کہ آپ ٹینڈر کو روکیں، ٹینڈر نہ روکیں لیکن یہ جو چار پانچ بڑے بڑے سوالات پیدا ہوئے ہیں، کم از کم ان کے جوابات لاکر تو اس ایوان کے سامنے رکھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: بہت شکریہ جناب۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ غیر جمہوری قوتوں نے جو کچھ اس ملک کے ساتھ کیا، وہ ہم سے چھپا نہیں ہے۔ ہم اسی House میں ان چیزوں کو ہمیشہ اجاگر کرتے رہے ہیں۔ پی ٹی سی ایل انہوں نے بیچا اور آج تک ہمیں اس کے پیسے نہیں ملے۔ اس کی پراپرٹی بھی ان کے نام کردی گئی، آج بھی ہم نے 800 ملین ڈالر ان سے لینے ہیں جو کہ انہوں نے commitment کی تھی کہ ہم جلدی دیں گے۔ اسی طریقے سے انہوں نے پی ٹی سی ایل بیچا اور اس کے پیسے وہ کما کما کر ہمیں دے رہے ہیں اور اپنا profit بھی باہر لے جارہے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم غیر جمہوری قوتوں کو ہر جگہ face کرنے کے لیے تیار ہیں، ہمیں پتا ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا۔ ہمیں پتا ہے کہ 777 جہاز کتنے پیسوں میں خریدے اور کتنی کمیشن کھائی، ہمیں سب پتا ہے۔ ہم سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔

پرویز رشید صاحب نے ایک point آج اٹھایا ہے اور ملک صاحب نے فرمایا اور میرے بھائی ہارون صاحب نے بھی کہا کہ we should not stop it. میں ایک بات کہوں گا جو کہ بہت important ہے کہ آپ اسے فی الحال یہاں تک محدود رکھیں کہ اسے صرف 3G license auction کرنے دیں جبکہ 4G اور LTE نہ کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ اپنے پیسوں کے ساتھ letter of intent بھیج دیں اور وہ پھر کورٹ میں جا کر stay لے لیں کہ جی آپ نے announcement کی تھی، فلاں دن آپ نے announcement کی تھی، یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا، اور اس کے تحت وہ ہمارے خلاف، ہماری حکومت کے خلاف عدالت میں جا سکتے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک تو بات 3G کے متعلق ہونی چاہیے، باقی چیزوں کو نکال دینا چاہیے۔ یہ بات بھی نظر میں رہے کہ 2G کا license تو ہم نے 290 میں بیچا تھا تو اسے 210 میں کیوں دے رہے ہیں۔ یہ دو چیزیں ہیں جو بہت important ہیں۔ .I think Minister sahib is very well aware of all these things ہم غیر جمہوری قوتوں سے ڈرتے نہیں ہیں، ہمیں ان کے متعلق سب کچھ پتا ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ ہم اور ہمارے آگے بیٹھے ہوئے تمام بزرگ اسی House میں بیٹھے ہوئے تھے، ہم ہر چیز کو identify کرتے رہے ہیں، ہم ہر بجٹ کے دوران، جو جو فراڈ وہ کرتے رہے، اس پر بولتے رہے ہیں۔ شکریہ جی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کاظم خان صاحب۔

(جاری-------T22)

T22-24-12-2012 ER/4/Bhatti/ED: Altaf Sh. 8:30 P.M.

سینیٹر محمد کاظم خان: شکریہ جناب چیئرمین! بات تقریباً sort out ہو چکی ہے۔ پرویز رشید صاحب کی بات بڑی وزنی ہے۔ ہارون اختر صاحب اور الیاس بلور صاحب نے بھی بات کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایک بات بڑی clear ہے کہ یہ چیز sort out ہونی چاہیے، اس بات پر کسی کو کوئی dispute نہیں ہوگا لیکن .nobody should be condemned unheard آپ قانون کے مطابق کم از کم اس کو سنیں تو سہی کہ دوسری پارٹی کیا کہہ رہی ہے؟ آپ ایک action لے لیتے ہیں، اس سے ہو سکتا ہے انہیں نقصان ہو۔ آپ کل ہی اسے سنیں اور کل ہی فیصلہ کر دیں تا کہ پتا چل سکے کہ ان کا point of view کیا ہے؟ میرا کہنے کا مقصد یہی ہے کہ ان کو سن کر فیصلہ کریں نا کہ پہلے ہی haphazardly کوئی فیصلہ کر لیں جس سے ہو سکتا ہے کہ جو سرمایہ آ رہا ہے اس کا ہمیں ہی نقصان ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اسے کل سنیں اور پھر ایوان فیصلہ کرے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی رحمٰن ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک (وزیر برائے داخلہ): پرویز رشید صاحب بہت خوبصورت بات کرتے ہیں؛

کچھ بھی نہ کہا اور کہہ بھی گئے

الزام بھی سارے لگا گئے، میں ان کی شاگردی ضرور کروں گا کہ یہ جس انداز سے بات کرتے ہیں وہ اچھی لگتی ہے۔ بہر حال وہ اپنی جو بات کہنا چاہتے ہیں، غصہ بھی نکال لیتے ہیں لیکن اچھے طریقے سے نکالتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس میں تو کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے کہ پاکستان میں اس طرح کی کسی بھی چیز کو transparent ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جیسے ہارون اختر صاحب نے کہا کہ یہ بند نہیں ہونا چاہیے، ابھی اس میں وقت ہے۔ چیئرمین صاحب! میری اس میں ایک proposal ہوگی کہ آپ time line کے ساتھ ایک کمیٹی بنا دیں، دونوں طرف سے دو تین ممبران یا جو بھی آپ مناسب سمجھیں منتخب کر دیں اور اس کمیٹی کے سامنے ہم Secretary Information Technology and Chairman PTA کو with all the details پیش کر دیتے ہیں and let this thing come within three days اور جو documentation available ہے کیونکہ ہم انہیں سنیں بغیر بات کر رہے ہیں، یہ میری وزارت نہیں ہے تو کسی کو سنے بغیر کوئی الزام لگانا، یہ presume کرنا کہ there is going to be a corruption, this is a little too much. میرے خیال میں انہیں موقع دینا چاہیے۔ آپ ایک کمیٹی بنا دیں، بے شک اس کمیٹی کو پرویز رشید صاحب head کر لیں، we have no problem. آپ انہیں call کریں اور جتنے بھی لوگ ہیں I will ensure that they come and show the documentation ہمیں کوئی چیز پردے میں نہیں رکھنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا point of view different ہو، ہو سکتا ہے یہ 3G, 4G LTE etc., single block or double block ہو، اس کو 210 رکھنے کی کیا basis ہیں؟ If we are not satisfied, we can always tell them that stop it and re-advertise it, make a new base policy. میرے خیال میں اس طریقے سے ہوگا تو بہتر ہوگا۔

میں rental power پر تھوڑی سی بات کروں گا کہ جب یہ sanctions ہوئیں، as a cabinet member I can tell you کہ rental power companies نے انہیں چلانے کے لیے بنکوں سے قرضے لے لیے، جب یہ ساری گڑبڑ شروع ہوئی اور وہ بھاگنا شروع ہوئے تو ان سے پیسہ recover کروایا گیا، انہیں کہا گیا تھا کہ آپ جا رہے ہیں تو آپ نے بنکوں سے جو قرضے لیے ہوئے ہیں برائے مہربانی انہیں واپس کریں۔ It is not the money perhaps taken by an individual حکومت کا کوئی آدمی ہو، حکومت کا کوئی functionary ہو، کوئی سیاستدان ہو، کوئی ایم این اے ہو یا کوئی وزیر ہو، ایسی کوئی بات نہیں تھی، this was the

standard اس money of the banks which was returned. I hope this does not fall in corruption. پر آتے ہیں تو میں بہت سے سیاستدانوں کی list دے دوں گا، میں مہران بنک والی ڈائری جو میرے پاس بہت دیر سے پڑی ہے وہ میں لے آؤں گا اور بتا دوں گا کہ کس طرح لوگ ان سے پیسے لے کر بھاگے۔ سپریم کورٹ میں اس وقت اصغر خان والا کیس چل رہا ہے، اس کے بارے میں بھی تفصیلات دے سکتا ہوں اور میں کچھ بڑے بڑے industrialists cum politicians کا نام بھی بتا دوں گا جنہوں نے کیسے قرضے معاف کرائے؟ میں یہ چیز بھی بتا دوں گا کہ یہاں سے قرضے لے کر باہر لے جا کر پیسے کب لائے گئے تھے؟ میرے خیال میں ہمیں الزام تراشی نہیں کرنی چاہیے، it will be fair, let's talk and talk about the future, let's set SOP for future. آپ پرویز رشید صاحب کی chairmanship میں یہ کمیٹی بنا دیں، .we have no objection ہارون اختر صاحب بھی ساتھ رکھ لیں کیونکہ وہ actuary ہیں، بلور صاحب کو بھی رکھ لیں۔ ویسے تو بلور صاحب کسی کو بھی نہیں مانتے، سب کو بزرگ کہتے ہیں حالانکہ یہ ہمارے بڑے پرانے بزرگ ہیں لیکن یہ سب کو بزرگ کہتے ہیں۔ اگر انہیں بھی بزرگ سمجھتے ہوئے اس کمیٹی میں رکھ لیں، we have no objection. We are transparent, we are open to the House. آپ جس قسم کی کوئی کمیٹی بنانا چاہتے ہیں، if you really want to know the details, we are ready sir. آپ اس کمیٹی میں جس کو بھی رکھ لیں، we have no problem. I leave it upon the Chairman to decide.

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے، .it's very easy جی حسیب خان صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب والا! اس میں بہتر یہ ہو گا چونکہ ہماری already Standing Committee on Information Technology موجود ہے تو اس کے ہوتے ہوئے ایک الگ کمیٹی بنانا مناسب نہیں ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہماری Standing Committee on Information Technology میں آپ جتنے ممبران چاہیں بلا لیں اور ایک ہی میٹنگ call کر لیں، اس میں Secretary Information Technology and Chairman PTA بھی آجائیں اور وہاں فیصلہ کر لیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں دو باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ ایک تو بہت اہم ہے، جیسا کہ محترم وزیرِ داخلہ نے انکشاف کیا ہے کہ ان کے پاس ان تمام لوگوں کی تفصیلات ہیں جنہوں نے پاکستان کا پیسہ خرد برد کیا ہے، جنہوں نے قرضے لے کر معاف کرائے ہیں، جو یہاں سے پیسے لے کر باہر گئے ہیں۔ اگر آپ یہ چیز چھپا کر رکھیں گے تو میں سمجھتا ہوں آپ اپنے ملک کے ساتھ وفا نہیں کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس یہ information ہے تو وہ اس ایوان کو دی جائے، پوری عوام کو دی جائے، ہمیں پتا چلے کہ پیسے کھانے والے چور کون ہیں؟ ہم ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں، سیاستدانوں کو تو بہت گالیاں ملتی ہیں۔ اگر آپ کے پاس مہران بنک، اصغر خان والے کیس یا اس کے علاوہ بنکوں نے آپ کو کوئی information دی ہے تو اس بارے میں کوئی تفصیلات ہیں تو ان پر پردہ نہ ڈالیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے انہیں درخواست کرتا ہوں کہ یہ عوام کو بتائیں تاکہ ہمیں وہ کالے چہرے نظر آئیں جنہوں نے اس پاکستان کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے، پاکستان کے خزانوں کو خالی کرکے باہر کے خزانے بھر دیے ہیں۔ یہ ضرور بتائیں کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ان کے پاس information ہے۔ آپ ہماری طرف سے انہیں درخواست کریں بلکہ آپ انہیں حکم دیں کہ یہ چیزیں ہمیں بتائی جائیں۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کمیٹی میں چلا جائے گا۔ آپ کل اجلاس بلالیں، Secretary کو بلالیں، اگر اس وزارت کا کوئی وزیر ہے تو انہیں بھی بلائیں۔ ہم ان سے سننا چاہتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں اگر کوئی favouritism ہو رہی ہے، کسی خاص آدمی کو favour دی جا رہی ہے اور یہ معاملہ تو بڑا صاف ہے۔ ہم کسی پر کوئی الزام نہیں لگاتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ٹینڈر غلط ہے، یہ ٹینڈر پاکستان کے قومی مفاد کے خلاف ہے۔ آپ اس پر ضرور کوئی نہ کوئی حکم دیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ ہماری Standing Committee on Information Technology موجود ہے۔ جو لوگ movers ہیں، پرویز رشید صاحب، الیاس بلور صاحب، حاجی عدیل صاحب، حسیب خان صاحب، طاہر مشہدی صاحب، ہارون اختر صاحب، پروفیسر خورشید صاحب کو بتا دیا جائے کہ they will be specially invited, they should meet urgently and Thursday evening کو ایوان میں اپنی report put up کریں۔ اس کے لیے یہ سارے رحمٰن ملک صاحب کے ساتھ coordinate کر لیں، لوگوں کو contact کرنا، انہیں بلانا، وہ بھی ان لوگوں کو بلائیں گے اور ہم بھی اپنے طریقہ کار کے مطابق انہیں contact کریں گے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! جب تک یہ کمیٹی کسی نتیجے پر نہ پہنچے تب تک اس پر عملدرآمد روک دیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ان کے ٹینڈر کی آخری تاریخ مارچ کی آٹھ یا نو تاریخ ہے، آپ اس سے پہلے اپنا کام کرلیں۔ ایک Adjournment Motion ہے، please move it کیونکہ وہ وزیرِ داخلہ سے متعلق ہے اور وہ اس کے لیے specially آئے ہیں۔ جی پروفیسر خورشید صاحب۔

(جاری-----T23)

T23-24Jan2012 Ashraf/Ed.Javaid Er.3 08:40

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں اس ایوان کی اجازت چاہتا ہوں مندرجہ ذیل تحریک التواء پیش کرنے کے لیے۔

انتہائی اہم نوعیت کے قومی اہمیت کے حامل معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے سینیٹ کے قواعد و ضوابط مجریہ 1988 کے قاعدہ 74 کے تحت تحریک التواء پیش کرنے کے لیے ایوان کی معمول کی کارروائی روک دی جائے۔

جناب چیئرمین! مورخہ 21 دسمبر کو ویب معلومات کے مطابق جیو ٹی وی کے سینیئر اینکر پرسن اور پاکستان کے انتہائی معروف صحافی جناب حامد میر صاحب کو ان کے موبائل فون پر انتہائی دھمکی آمیز ایس ایم ایس پیغامات موصول ہوئے ہیں۔

پاکستان اس وقت صحافیوں کا no go area بنتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے صحافیوں کے ساتھ دھمکی، اغواء، تشدد اور شہادت جیسے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔ مذکورہ معاملہ نہایت اہم ہے اور ایوان کی کارروائی کو روک کر اس کو زیر بحث لایا جائے۔ اس میں میرے ساتھ جناب پروفیسر محمد ابراہیم خاں صاحب اور محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ، سینیٹر بھی شریک ہیں۔ ہم تینوں کی طرف سے یہ تحریک میں پیش کرتا ہوں اور اگر حکومت کو objection ہے تو میں ابھی اپنے دلائل دوں گا۔ اگر نہیں ہے تو پھر آگے بڑھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: رحمان ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک (وفاقی وزیر داخلہ): جناب چیئرمین! حامد میر جیسے اچھے، نڈر اور بہادر صحافی پاکستان میں بہت کم ہیں۔ میں ان کو fully appreciate بھی کروں گا، ان کے کام کو بھی، ان کے analysis کو بھی۔ میں معزز سینیٹر کے views کو بالکل endorse کرتا ہوں کہ کسی کو کوئی حق نہیں کہ کوئی کسی کو دھمکیاں دے۔ جب یہ واقعہ میرے نوٹس میں آیا تو میں نے حامد میر صاحب

کو خود فون کیا اور میں نے ان کو security بھی دی اور جن نمبروں سے وہ کالیں emanate ہو رہی تھیں، ان کی investigation کا حکم بھی دیا۔ کسی حد تک میں ان تک پہنچ بھی گیا۔ جیسے کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، بہت سے ٹیلیفون ایسے ہیں! ن کا والی وارث کوئی نہیں ہے۔ وہ بہت پہلے کے issue ہوئے ہیں جن کو ہم it is in the process, with the passage of time ان کو ہم ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہت حد تک وہ ختم ہو چکے ہیں۔ وہ ایک separate بحث ہے۔

While we are investigating یہ معاملہ نیشنل اسمبلی میں آگیا اور اس پر بہت لمبی بحث ہوئی اور فیصلہ یہ ہوا کہ کمیٹی بنائی جائے گی جو اس کو investigate کرے گی اور جس کے چیئرمین opposition سے ہوں گے۔ یہ بھی session آیا اور میں expect کر رہا ہوں کہ کسی وقت بھی وہ کمیٹی announce ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کے اندر جتنی چیزوں کی investigation کی ضرورت ہے وہ کمیٹی اس کو investigate کر لے گی۔ In the meantime, security arrangements حامد میر صاحب کے لیے ہم نے پوری طرح کیے ہیں۔

آپ نے جو یہ تحریک پیش کی ہے، اس کے بعد میں حامد میر صاحب سے خود بات کر لوں گا۔ اگر ان کی اور بھی apprehensions ہیں تو میں ان کو بھی remove کر دوں گا اور further ان کو جس قسم کی security بھی چاہیے that will be provided and I will ensure کہ ان کو ان کی satisfaction کے مطابق security ملنی چاہیے۔

بات یہ ہے کہ we are in a country where so many terrorists and there are so many groups who creates miscommunication and misunderstanding. تو پتا نہیں یہ کس نے کیا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟ میرا خیال ہے investigation میں اس کا پتا چل جائے گا لیکن ہمیں میرٹ کو ملحوظ رکھنا ہے and I assure, my honourable colleague that we will Insha Allah follow the merit. اور جو National Assembly کی کمیٹی بنی ہے اس کا رزلٹ سامنے آئے گا۔ جو FIA investigation کر رہی ہے اس کا رزلٹ بھی میں پیش کر دوں گا۔ ابھی تک میں نے progress check نہیں کی کیونکہ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ Call Attention Notice ہے۔ مجھے یہیں آ کر پتا چلا کیونکہ میں case کو خود deal کر رہا ہوں، based on my personal knowledge میں نے اس پر statement دی ہے اور further details بھی پیش کر سکتا ہوں. Thank you sir.

Mr. Acting Chairman: Thank you.

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب! Thursday کو IT meeting نہ رکھیں۔ اس دن ہم لوگ نہیں ہوں گے کیونکہ ولی خان صاحب (مرحوم) کی برسی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: پھر دوسری date رکھ کر آپ کو intimation دے دیتے ہیں۔ Wednesday کو رکھ لیتے ہیں۔

Senator Haji Mohammad Adeel: On Saturday, we don't mind.

جناب قائم مقام چیئرمین: Saturday کو may be session ہو with your consent, because we will be going off for Sunday and Monday.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: as you like, لیکن یہ Saturday meeting کو رکھیں۔ اگر session صبح ہے تو afternoon کر لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کچھ ممبران afternoon کو جانا چاہیں گے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: اگر session نہیں ہے تو پھر Saturday کو رکھ لیں۔

Mr. Acting Chairman: Yes, Khurshid Sahib.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں عبدالرحمن ملک صاحب کے اس بیان کو welcome کرتا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے اس کا نوٹس لیا ہے۔ یہ بات میرے علم میں نہیں تھی کہ قومی اسمبلی میں already ایک کمیٹی بن گئی ہے یا بن رہی ہے اور Rules of Business کے تحت اگر قومی اسمبلی نے اس معاملے کو take up کر لیا ہے تو پھر ہمیں اس کو separately کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے میں ان کی اس assurance پر کہ جو investigation ان کی اپنی ہو گی اور جو investigation قومی اسمبلی کی کمیٹی کی ہو گی اس سے اس ایوان کو بھی مطلع کیا جائے۔ اس لیے میں اس کو press نہیں کرتا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی حسیب خان صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: میرا point of order ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ کی مدد تھی کہ آپ تشریف لے آئے۔ ایک بہت چھوٹا سا، انسانیت کی بنا پر میرا point of order ہے کہ مچھلیاں پکڑنے والے ہمارے کچھ مچھیرے ابھی پرسوں انڈیا

نے پکڑ لیے اور پھر پاکستان نے بھی ان کے تین دن قبل پکڑ لیے تھے۔ یہ مچھیرے ہیں اور ایک مچھیرے کے گھر میں آٹھ افراد بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سال، دوسال، تین سال جیل میں رکھنے کے بعد ان کو واپس بھجواتے ہیں۔

آپ کے توسط سے میری رحمان بھائی سے یہ درخواست ہے کہ چونکہ ابھی ہماری انڈیا کے ساتھ کافی بات چیت ہو رہی ہے اور بہت سے مسائل ہم طے کر رہے ہیں۔ اس میں یہ مسئلہ بھی طے کر لیں کہ جو مچھیرے بھٹک جاتے ہیں open sea کے اندر تو ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جائے کہ بجائے ان کو دو سال جیل میں رکھنے کے ان کی انکوائری کر کے چھوڑ دیا جائے تاکہ ان کے گھر والوں کی نگہداشت ہو سکے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی رحمان ملک صاحب۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: حسیب صاحب کا بڑا اچھا point ہے۔ بالکل غریبوں کی مدد بھی کرنی چاہیے اور ہونی بھی چاہیے۔ جب انڈیا کے Interior Minister یہاں پر آئے تھے تو سب سے پہلا سوال جو میں نے اٹھایا تھا وہ fishermen کا اٹھایا تھا۔ یہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں کہ جب وہ deep sea میں ہوتے ہیں تو ان کے پاس کوئی ایسا gadgetry system نہیں ہوتا کہ وہ یہ guage کر سکیں کہ وہ کہاں ہیں۔ یہ fact ہے کہ صرف پاکستانی ہی ادھر نہیں پکڑے نہیں جاتے بلکہ انڈیا کے بھی پکڑے جاتے ہیں۔ ابھی پرسوں آپ نے دیکھا ہے اور last سے last week میں نے 120 free کیے۔ اب ہم نے انڈیا کے ساتھ یہ decide کیا ہے during the last meeting of Secretaries which was held in India کہ اگر کوئی high sea میں پکڑے جاتے ہیں لوگ تو ان کو وہیں interrogate کر کے چھوڑ دیا جائے کیونکہ ہوتا یہ ہے کہ جب انڈین پکڑے جاتے ہیں deep sea میں تو ہم لے کر آتے ہیں تو وہ بے چارے سیدھے جیل میں جاتے ہیں۔ ان کے پاس وکیل کرنے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے میں نے ابھی یہ کہا ہے کہ preliminary interrogation کر لیں اور سمجھ لیں کہ اگر وہ جاسوس نہیں ہیں یا یہ سمجھ لیں کہ ان میں سے کوئی ante-state کارروائی نہیں کر رہا تو ان کو چھوڑ دیا جائے، this we have already agreed. اب یہ بھی جو پکڑے گئے ہیں انشاء اللہ اگلے چار پانچ روز تک we will release them. لیکن کوشش ہم کر رہے ہیں کہ deep sea میں جہاں بھی پکڑے جائیں، maritime, coastal guard جو بھی دونوں ملک آپس میں decide کریں کہ جیسے بارڈر پر ہوتا ہے کہ کوئی dispute ہو تو flag raise کر دیتے ہیں اور ادھر کے rangers جاتے ہیں اور انڈیا کے بھی آتے ہیں and they resolve the dispute. اسی طرح کا system میں نے کہا تھا کہ

وہاں پر بھی introduce ہونا چاہیے تا کہ وہ مچھیروں کو لے کر اپنے ملک میں نہ جائیں۔ اب دیکھیں دو یا تین دن کی investigation کے بعد ان کو کراچی لاتے ہیں۔ پھر ان کو رکھتے بھی ہیں۔ پھر ان کو جیل میں بھی بھیجتے ہیں۔ پھر ان کو magistrate کے سامنے بھی پیش کرتے ہیں۔ Ultimately وہ کہتا ہے کہ میں تو مچھلیاں پکڑنے آیا تھا۔ یہ میرا پتا ہے اور اس کی شکل سے ہی پتا چلتا ہے کہ وہ مچھیرا ہے۔ اس پر انڈیا اور پاکستان already agree کر چکے ہیں۔ Yes, we will Insha Allah reinforce it and we will ensure it کہ اس مسئلے کو ہم expeditiously آگے لے جاسکیں تا کہ ان کو اس میں سہولت مل سکے۔ Thank you sir.

Mr. Acting Chairman: Thank you very much. The House is adjourned to meet again on Wednesday, 25th January, at 4.00 p.m.

[The House was then adjourned to meet again on 25th Janary, 2012, at 4.00 p.m.]